215

ایجنڈا

برائے اجلاس صوبائی اسمبلی پنجاب

منعقدہ،6۔مارچ2007

1۔ تلاوت قرآن پاک و ترجمہ

2۔ سوالات (محکمہ جات صنعت، آبپاشی و قوت برقی)

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

غیر سرکاری ارکان کی کارروائی

(حصہ اول)

مسودہ قانون

(جو پیش کیا جا چکا ہے)

مسودہ قانون (ترمیم) بارانی زرعی یونیورسٹی، راولپنڈی مصدرہ 2004

مسودہ قانون

(جو پیش کیا جائے گا)

مسودہ قانون (ترمیم) استحقاقات صوبائی اسمبلی پنجاب مصدرہ 2006

(حصہ دوم)

قراردادیں

(جو ایوان میں پیش ہوئیں)

(مورخہ 21۔نومبر 2006 کے ایجنڈے سے زیر التواء قرارداد)

(موجودہ قراردادیں)

217

صوبائی اسمبلی پنجاب

چودھویں اسمبلی کا اٹھائیسواں اجلاس

منگل، 6-مارچ 2007

(یوم الثلاثۃ، 16-صفر المظفر 1428ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز، لاہور میں صبح 10 بج کر 30 منٹ پر زیر صدارت جناب ڈپٹی سپیکر سردار شوکت حسین مزاری منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ قاری عبدالماجد نے پیش کیا۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم o

بسم اللہ الرحمن الرحیم o

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ

عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ

وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱﴾ هُوَ
اللّٰهُ الَّذِىْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ

الرَّحِيْمُ ﴿۲۲﴾ هُوَ اللّٰهُ الَّذِىْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ

السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ؕ
سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۲۳﴾ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ
الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ؕ يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۴﴾

سُوْرَۃُ الحَشرآیات 21 تا 24

اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر اتارتے۔ تو ضرور تو اسے دیکھتا جھکا ہوا۔ پاش پاش ہوتا اللہ کے خوف سے۔ اور یہ مثالیں لوگوں کے لئے ہم بیان فرماتے ہیں کہ وہ سوچیں۔ وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ ہر نہاں وعیاں کا جاننے والا وہی ہے بڑا مہربان رحمت والا۔ وہی ہے اللہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ بادشاہ، نہایت پاک، سلامتی دینے والا، امان بخشنے والا، حفاظت فرمانے والا، عزت والا، عظمت والا تکبر والا، اللہ کو پاکی ہے ان کے شرک سے۔ وہی ہے اللہ بنانے والا، پیدا کرنے والا، ہر ایک کو صورت دینے والا، اسی کے ہیں سب اچھے نام۔ اس کی پاکی بولتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور وہی عزت وحکمت والا ہے۔

وما علینا الا البلاغ o

سوالات

(محکمہ جات صنعت، آبپاشی و قوت برقی)

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

جناب ڈپٹی سپیکر: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اب وقفہ سوالات شروع ہوتا ہے۔ آج محکمہ صنعت، آبپاشی و قوت برقی سے متعلق سوالات پوچھے جائیں گے اور ان کے جوابات دیئے جائیں گے۔

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ایک منٹ۔ مجھے شروع کر لینے دیں۔ سوال نمبر 5230 سید احسان اللہ وقاص!

سید احسان اللہ وقاص: سوال نمبر 5230۔ جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

محکمہ آبپاشی کے ریسٹ ہاؤسز اور ان کی آمدن و اخراجات کی تفصیل

*5230: سید احسان اللہ وقاص: کیا وزیر آبپاشی از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) صوبہ پنجاب میں محکمہ کے کتنے ریسٹ ہاؤسز ہیں؟

(ب) ان میں سے کتنے ریسٹ ہاؤسز قابل استعمال اور کتنے نہایت خستہ حالت میں ہیں؟

(ج) ان ریسٹ ہاؤسز پر 03-2002 میں کیا (روزمرہ دیکھ بھال بشمول، بجلی، گیس وغیرہ) خرچ ہوا اور کیا آمدنی ہوئی اس سال کے دوران ان ریسٹ ہاؤسز کی مرمت پر کیا خرچ ہوا، کیا حکومت خستہ حال اور ناقابل مرمت ریسٹ ہاؤسز کو اوپن نیلامی کے ذریعہ فروخت کرنے کو تیار ہے، اگر نہیں تو اس کی وجوہات اور اگر جواب ہاں میں ہے تو کب عملدرآمد ہوگا؟

وزیر آبپاشی:

(الف) محکمہ آبپاشی میں کل 637 عدد ریسٹ ہاؤسز ہیں۔

(ب) 637 عدد ریسٹ ہاؤسز میں سے 409 قابل استعمال ہیں اور 228 عدد کی حالت نہایت خستہ ہے۔

(ج) ان ریسٹ ہاؤسز کی دیکھ بھال، مرمت اور بجلی و گیس وغیرہ کی مد میں مالی سال 03-2002 کے دوران کل 2.36 ملین روپے خرچ ہوئے اور 0.16 ملین روپے کی

آمدن ہوئی۔ محکمہ ہذا پہلے ہی189 ریسٹ ہاؤسز کی لسٹ بورڈ آف ریونیو کی وساطت سے پنجاب پرائیویٹائزیشن بورڈ کو دے چکا ہے، ان کی قوانین وضوابط کے تحت نیلامی بورڈ کی ذمہ داری ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! جز(ب) کے جواب میں یہ فرمایا گیا ہے کہ اریگیشن ڈیپارٹمنٹ کے 637 ریسٹ ہاؤسز ہیں۔ ان میں سے 409 قابل استعمال اور 228 کی حالت نہایت خستہ ہے۔ اسی سوال کے جواب جز(ج) میں کہا گیا ہے کہ ان میں سے 189 ریسٹ ہاؤسز کی لسٹ بورڈ آف ریونیو کو پرائیویٹائزیشن بورڈ کے لئے دے دی گئی ہے کہ ان کو فروخت کر دیا جائے۔ میرا اس میں پہلا سوال یہ ہے کہ اب اس وقت اس کی کیا صورتحال ہے۔ دوسرا یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ 228 جو ریسٹ ہاؤسز ہیں ان کی حالت خستہ ہے اور انھوں نے اس میں سے 189 ریسٹ ہاؤسز کی لسٹ ان کو ارسال کی ہے۔ یہ جو ریسٹ ہاؤسز فروخت کرنے کے لئے ارسال کئے گئے ہیں کیا ان میں سے خستہ حالت والے زیادہ ہیں یا اچھی حالت والے زیادہ ہیں؟ اسی کے ساتھ میں ایک چھوٹا سا ضمنی سوال یہ بھی کروں گا کہ انھوں نے جز(ج) کے جواب میں یہ فرمایا ہے کہ کل خرچ 2.36 ملین ہوا ہے اور آمدنی 16. ملین یعنی ایک لاکھ ساٹھ ہزار روپے ہوئی ہے۔ ایک لاکھ ساٹھ ہزار روپے کا مطلب یہ ہے کہ اگر 400 ریسٹ ہاؤسز بھی لئے جائیں تو -/300 روپے ماہانہ تقریباً ریسٹ ہاؤسز کی اوسط آمدنی بنتی ہے۔ یہ -/300 روپے ماہانہ ریسٹ ہاؤسز کی آمدنی سے آپ اندازہ لگالیں کہ کیا یہ آمدنی ہے اور کیا ان کی صورتحال ہے؟ میں وزیر موصوف سے درخواست کروں گا کہ یہ میرے سوالات جو ہیں ان کے بارے میں کچھ وضاحت فرمائیں؟

وزیر آبپاشی: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ میں اس پر تھوڑا سا واضح کرنا چاہتا ہوں کہ نظام آبپاشی میں جو ریسٹ ہاؤسز ہیں ان کا ایک بہت proper کردار ہوتا ہے اور ان ریسٹ ہاؤسز کو کمرشل بنیادوں پر استعمال نہیں کیا جاتا بلکہ ان ریسٹ ہاؤسز میں ہمارے جو افسران ہیں، جو فیلڈ ورک کرتے ہیں تو وہ دوران فیلڈ ورک وارہ بندی، چک بندی اور تمام کیسوں کی سماعت ان ریسٹ ہاؤسز میں کرتے ہیں۔ یہ ایک قسم کا عدالتی کمروں کا کردار ادا کرتے ہیں اور زمینداروں کو اپنے گھروں کے نزدیک انصاف فراہم کرنے کے لئے ان ریسٹ ہاؤسز کا ایک سسٹم بنایا گیا تھا۔ جب یہ اریگیشن سسٹم وجود میں آیا تو ہر ریسٹ ہاؤس کو دس میل کے فاصلے پر اس وقت بنایا گیا تھا، اس وقت سو سال پہلے وہاں پر

ہی یہ سارا سسٹم ہوتا تھا، اب چونکہ کمیونیکیشن جدید آ گئی ہے اور کافی مسائل پہلے جیسے نہیں رہے لہذا اس وجہ سے ان ریسٹ ہاؤسز کی وہ افادیت نہیں رہی تو اس وجہ سے پھر یہ فیصلہ ہوا تھا کہ ان ریسٹ ہاؤسز کو مرحلہ وار نیلام کر دیا جائے۔ پہلے مرحلہ کے طور پر بورڈ آف ریونیو کی وساطت سے سال 2001 میں189 ریسٹ ہاؤسز کی فہرست پرائیویٹائزیشن بورڈ کو ارسال کی گئی تھی۔ ڈی جی خان زون میں اب تک ایک بھی ریسٹ ہاؤس نیلام نہیں ہو سکا۔ سرگودھا زون میں بھی یہی صورتحال ہے۔ فہرست دی گئی، نیلامی طے ہوئی لیکن تعین کی گئی قیمت کے معیار پر پورا نہ اترنے کی وجہ سے یہ نیلامی منسوخ کر دی گئی۔ فیصل آباد زون میں صرف ایک ریسٹ ہاؤس کی نیلامی ہو سکی۔ اسی طرح لاہور میں چھ ریسٹ ہاؤسز کی نیلامی عمل میں لائی گئی ہے۔ ملتان زون میں کوئی نہیں ہوئی جبکہ بہاولپور زون میں تین ریسٹ ہاؤسز کی نیلامی عمل میں لائی گئی ہے۔ جب پرائیویٹائزیشن بورڈ نے یہ دیکھا کہ تعین کی گئی قیمت کے مطابق بولی نہیں آئی تو انھوں نے وقتی طور پر اس کی نیلامی روک دی۔ ہماری اپنی یہ سوچ ہے کہ یہ حکومت کا ایک قیمتی سرمایہ ہے، سو سال پرانا اثاثہ ہے۔ جب میں نے 2003 میں اس وزارت کا عہدہ سنبھالا تو ہم نے اس بارے میں فیصلہ کیا کہ ان ریسٹ ہاؤسز کو مرحلہ وار بہتر کیا جائے۔ فیلڈ آفیسرز کو ہدایات جاری کی گئی ہیں کہ وہ ان ریسٹ ہاؤسز میں بیٹھ کر لوگوں کے مسائل حل کریں۔ ہفتے میں دو دن کے لئے آفیسرز کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ وہاں دور دراز علاقوں میں جا کر لوگوں کے مسائل سنیں۔ وارہ بندی، چک بندی اور دوسرے مسائل کے بارے میں لوگوں کی شکایات سنیں اور انھیں موقع پر ہی حل کریں تاکہ لوگوں کو اپنے نزدیک ترین سٹیشن میں ہی اپنے مسائل کا حل مل سکے۔ اسی وجہ سے نیلامی کی پالیسی فی الحال pending رکھی گئی ہے۔

حاجی محمد اعجاز: جناب سپیکر! وزیر موصوف نے اپنے جواب میں فرمایا ہے کہ 189 ریسٹ ہاؤسز کی ایک فہرست پرائیوٹائزیشن بورڈ کو دی گئی ہے کہ ان کی نیلامی کر دی جائے۔ ان میں سے جو ریسٹ ہاؤس نہایت خستہ حالت میں ہیں ان کی تعداد 228 ہے۔ کیا یہ جو نیلامی کے لئے دیئے گئے ہیں وہ ان خستہ حالت والوں میں سے دیئے گئے ہیں کیا جو ریسٹ ہاؤسز in operation ہیں وہ نیلامی کے لئے دیئے گئے ہیں؟

وزیر آبپاشی: جناب سپیکر! کچھ خستہ حالت والے ہیں اور کچھ بہتر حالت والے بھی ہیں۔ جیسا کہ میں نے پہلے بتایا ہے کہ بہتر حالت ہونے کے باوجود بہت تھوڑے ریسٹ ہاؤسز کی نیلامی ممکن ہو

سکی ہے۔ ان میں سے ایک ریسٹ ہاؤس "خانہ" فیصل آباد میں نیلام ہوا جس کی قیمت 142 لاکھ روپے وصول ہوئی ہے یعنی بہت کم قیمت موصول ہوئی صرف لاہور کے جو ریسٹ ہاؤسز نیلام ہوئے ہیں ان کی کچھ بہتر قیمت موصول ہوئی ہے۔ اسی وجہ سے ان ریسٹ ہاؤسز کی نیلامی روک دی گئی ہے۔

رانا آفتاب احمد خان: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! فیصل آباد میں "خانہ یا خنہ" نام کا تو کوئی ریسٹ ہاؤس نہیں ہے۔ وزیر صاحب ذرا اس کی وضاحت فرمادیں۔

وزیر آبپاشی: جناب والا! یہ ریسٹ ہاؤس "خانوآنہ" ہے۔ sorry میں اسے غلط کہہ گیا ہوں۔

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! جواب میں بتایا گیا ہے کہ ان ریسٹ ہاؤسز پر اخراجات 2.36 ملین ہوئے ہیں جبکہ ان کی آمدن 0.16 روپے ہے۔ ان ریسٹ ہاؤسز میں جو کوئی آفیسر بھی ٹھہرتا ہے He is supposed to pay rent اگر یہ اپنے expenditure کو meet نہیں کر سکتے تو یہ سیکرٹری آبپاشی کی نااہلی ہے جو کہ بددیانت افسروں کو promote کر رہے ہیں اور اہل افسر نکال رہے ہیں۔ لامحالہ اس کا result یہی ہوگا۔ اس کا جواب دیں کہ آپ نے اس expenditure کو کیوں meet up نہیں کیا؟

وزیر آبپاشی: جناب سپیکر! میں نے تو پہلے ہی بتایا ہے کہ ان ریسٹ ہاؤسز کو ہم commercial basis پر استعمال نہیں کر رہے۔ یہ ریسٹ ہاؤس جس مقصد کے تحت بنائے گئے تھے اسی مقصد کے لئے استعمال کئے جا رہے ہیں۔ یہ سسٹم عوام کو سہولتیں دینے کے لئے بنایا گیا تھا۔

رانا آفتاب احمد خان: آپ دیکھیں کہ اس کا occupancy کیا ہے؟ occupancy تو اس کی کبھی ملتی نہیں ہے۔ انگریز کے دور میں اس کا کرایہ -/2 روپے یا -/5 روپے تھا۔ یہ افسروں کی ملی بھگت ہے۔ ان ریسٹ ہاؤسز میں آفیسرز جا کر عدالت نہیں لگاتے۔ یہ تو سارے ایئر کنڈیشنڈ کمروں میں بیٹھ کر کام کرتے ہیں۔ جب آپ غیر technical لوگوں کو سیکرٹری بنادیں گے جنھیں پتا ہی نہیں ہوتا تو اس کا نتیجہ یہی ہوگا کہ اریگیشن تباہ ہوگی۔

وزیر آبپاشی: ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ ان ریسٹ ہاؤسز کا جو کرایہ متعین ہے وہ حکومت کے خزانے میں جمع ہو رہا ہے۔

رانا آفتاب احمد خان: جناب والا! انھوں نے خود بتایا ہے کہ پورے پنجاب کے ریسٹ ہاؤسز کی آمدن -/160,000 روپے ہیں۔ جبکہ یہ اپر جہلم کینال کے صرف ایک پراجیکٹ پر 12 کروڑ روپے خرچ کر رہے ہیں جو کہ صرف 2 کروڑ روپے کا پراجیکٹ تھا۔ اپنی بجٹ تقریر میں یہ ساری صورتحال میں وزیر صاحب کے علم میں بھی لایا تھا۔ یہ اس سیکرٹری اریگیشن کی نااہلی کی وجہ سے ہوا ہے جسے آپ نے promote کر دیا ہے۔ ہم یہاں اکثر زمیندار بیٹھے ہیں اور یہ سب سے اہم سیکٹر ہے۔ جب آپ ایسے اہم عہدوں پر ان جاہل لوگوں کو لگائیں گے تو پھر result will be biased.

وزیر آبپاشی: جناب والا! میں ہاؤس کی اطلاع کے لئے عرض کردوں کہ محکمہ اریگیشن کی کارکردگی بہت بہتر ہوئی ہے۔ میرے بھائی رانا آفتاب احمد خان صاحب پبلک اکاؤنٹس کمیٹی کے ممبر ہیں وہ میری اس بات کی تصدیق کریں گے کہ دو سال قبل ہمارے محکمہ سے متعلق آڈٹ پیرے 200 کے قریب ہوا کرتے تھے اب ان کی تعداد 16/17 سے زیادہ نہیں ہوگی۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اس محکمہ کی کارکردگی میں کتنی بہتری آئی ہے۔ اریگیشن سسٹم میں جتنی ترقی چودھری پرویزالٰہی صاحب کے دور میں ہوئی ہے اس سے پہلے کبھی نہیں ہوئی۔ اب فنڈز کی utilization بہتر انداز سے ہو رہی ہے۔ میرے بھائی رانا صاحب کو اگر کوئی شکایت ہے تو اس کی نشاندہی فرمائیں میں انشاء اللہ تعالٰی اس کا ازالہ کروں گا۔ monitoring system کے رائج ہونے کے بعد ہمارے نہری نظام میں بہت بہتری آئی ہے۔ ہم نے ٹال فری نمبر دیا ہوا ہے جس پر لوگ اپنی شکایات کا اندراج کرواتے ہیں اور 63 فیصد شکایات کو resolve کیا گیا ہے۔ جس سے لوگوں کے کافی مسائل حل ہوئے ہیں۔

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! آگے ایک سوال کے جواب میں بتایا گیا ہے کہ سیکرٹری صاحب نے 400 ملین روپے سسپنس گرانٹ میں خرچ کئے ہیں۔ اس میں سے ایک پیسا بھی development پر خرچ نہیں ہوا۔ What is Suspense Grant? آپ میری بجٹ تقریر پڑھیں۔ میں نے with relevant facts & figures نشاندہی کی ہے جس پر انھوں نے کوئی ایکشن نہیں لیا۔ اب میں دوبارہ بھی دوں گا تو اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ ابھی کچھ دیر بعد آگے یہ سوال آ جائے گا جس میں کہا گیا ہے کہ 400 ملین روپے from the Suspense Account خرچ ہوئے ہیں۔

جناب والا! یہ سسپنس اکاؤنٹ کیا ہوتا ہے؟ یہ تو افسروں کے کھانے کا ایک بہانہ ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: رانا صاحب! .This is an irrelevant question اس وقت تو ہم کینال ریسٹ ہاؤسز سے متعلق بات کر رہے ہیں۔ آپ یہ دیکھیں کہ آیا اس وقت محکمہ اریگیشن کی کارکردگی بہتر ہو رہی ہے یا نہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت محکمہ اریگیشن کی کارکردگی واقعی بہتر ہے کیونکہ اب ٹیل تک پانی پہنچ رہا ہے۔ اکثر زمیندار جو کہ ٹیل پر ہیں وہ اس کی تصدیق کریں گے کہ واقعی پانی ٹیل تک پہنچ رہا ہے۔ جہاں تک ریسٹ ہاؤسز کا سوال ہے تو لا محالہ کچھ ایسے ریسٹ ہاؤسز ہیں جو کہ اربن ایریاز میں واقع ہیں اور ان کی value زیادہ ہے۔ اس کے علاوہ کچھ ایسے ریسٹ ہاؤسز ہیں جو کہ remote areas میں ہیں ان کی value کم ہو گی۔ بنیادی طور پر ریسٹ ہاؤس کے پاس اتنی زمین ہوتی ہے کہ وہ اسے maintain کر سکتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایسے ریسٹ ہاؤسز جو کہ اربن ایریاز میں واقع ہیں ان کی اب ضرورت نہیں ہے اگر آپ انھیں privatize کریں تو بہتر ہو گا کیونکہ remote areas کے ریسٹ ہاؤسز کو نہ صرف محکمہ اریگیشن استعمال کرتا ہے بلکہ یہ دوسرے مقاصد کے لئے بھی استعمال ہوتے ہیں۔ لہذا میری استدعا یہ ہو گی کہ آپ remote areas میں واقع ریسٹ ہاؤسز کو privatize مت کریں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب والا! ابھی چیمہ صاحب نے وزیر اعلیٰ صاحب کی تعریف کرتے ہوئے کہا ہے کہ ان کے دور میں بڑے اچھے کام ہوئے ہیں، اس حکومت نے بڑا اچھا کیا ہے۔ آپ نے بھی فرمایا ہے کہ محکمہ اریگیشن کی کارکردگی بہتر ہو رہی ہے۔ میرے خیال میں رانا صاحب کا بات کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ہمارے سیکرٹری اریگیشن competent نہیں ہیں، وہ بد دیانت ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: حسن مرتضیٰ صاحب please don't mention any particular name آپ محکمہ اریگیشن کی بات کریں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! اگر ایک شخص کی وجہ سے محکمہ اریگیشن تباہ ہو رہا ہو تو اسے discuss کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

MR DEPUTY SPEAEKR: This is not a good practice. If somebody is in the Visitor's Gallery and he cannot reply. You should not mention his name. You should restrict yourself to the Irrigation Department. Its answer will be given by the minister. But don't mention somebody who is sitting in the gallery.

آپ بار بار اس کو ہدف تنقید بنا رہے ہیں۔ This is not good because he can't reply.

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: جناب سپیکر! اس میں جواب دیا گیا ہے کہ لسٹ بورڈ آف ریونیو کی وساطت سے پنجاب پرائیویٹائزیشن بورڈ کو دے چکا ہے اور ان کی قوانین و ضوابط کے تحت نیلامی کی ذمہ داری ہے۔ یہ سوال 11۔ جون2004 کو دیا گیا تھا لیکن جواب 2007 میں آیا ہے۔ چونکہ یہ سوال آج سے تین سال پہلے کا ہے تو اب وزیر موصوف بتائیں کہ موجودہ پوزیشن کیا ہے؟ کیا پنجاب پرائیویٹائزیشن بورڈ نے کوئی ریسٹ ہاؤس نیلام کیا ہے اگر نہیں کیا تو کب تک نیلام کرنے کا ارادہ ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: وہ تو جواب دے چکے ہیں کہ پرائیویٹائز ہو رہے ہیں۔

وزیر آبپاشی: جناب سپیکر! میں وضاحت کر چکا ہوں کہ 189 ریسٹ ہاؤسز میں سے ابھی تک صرف 9 ریسٹ ہاؤسز کی نیلامی ہوئی ہے۔ اب ہم نے یہ پالیسی تبدیل کی ہے اور جیسے ابھی آپ نے ہدایات دی ہیں ہم اسی طرح کر رہے ہیں کہ far flung areas میں جو ریسٹ ہاؤسز ہیں ان کی افادیت کو مدنظر رکھ کر انھیں چلایا جائے۔ انھیں نیلام نہ کیا جائے چونکہ یہ ہمارا سرکاری سرمایہ ہے۔ ہم نے اس سرمایہ کو نیلام کرنے کی بجائے اسے محفوظ کرنا ہے۔ یہ سو سال پرانا سسٹم ہے جسے انگریز نے بنایا تھا۔ کسی نہ کسی وجہ سے ان ریسٹ ہاؤسز کی افادیت تھی ان کا ایک مقصد تھا۔ اب ہم نے بھی اس مقصد کو دوبارہ سے revive کیا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ سارے کے سارے ریسٹ ہاؤسز آباد ہو جائیں گے لیکن آپ دیکھ سکتے ہیں کہ ان میں سے زیادہ تر قابل استعمال ہیں۔ اس وقت 637 ریسٹ ہاؤسز میں سے ہمارے پاس 409 ریسٹ ہاؤسز قابل استعمال ہیں صرف 228 ریسٹ ہاؤسز کی حالت خراب ہے۔ ہم انھیں بھی اپنے MNR fund سے مرحلہ وار درست کر رہے ہیں۔ ہمیں MNR fund پچھلی حکومتوں سے بہتر مل رہے ہیں اور انھیں مرحلہ وار درست کیا جا رہا ہے تاکہ ان کو بھی قابل استعمال بنایا جا سکے۔ جہاں تک گورنمنٹ پالیسی کا تعلق ہے کہ جب کسی آفیسر نے یا کسی نے بھی ریسٹ ہاؤس کو استعمال میں لانا ہے تو گورنمنٹ رینٹ کے لئے باقاعدہ ایک رجسٹر ہوتا ہے جس میں اس کا اندارج ہوتا ہے اور پھر اس کا باقاعدہ آڈٹ ہوتا ہے۔ جیسے میں نے پہلے بھی کہا تھا کہ رانا آفتاب صاحب خود PAC کے ممبر ہیں ان کے پاس ہی سارے مسئلے آتے ہیں۔ یہ خود بتادیں کہ کیا کسی ریسٹ ہاؤس کے حوالے سے ان کے پاس کوئی مسئلہ آیا ہے؟

جناب والا! جہاں تک محکمے کی vigilance and efficiency کا تعلق ہے یہ پہلے سے بہتر ہے اور موجودہ سیکرٹری آبپاشی نے اس محکمے کو boost up کرنے میں بہت بہتر کردار ادا کیا ہے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، ڈاکٹر صاحب!

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! ابھی آپ نے جو تبصرہ فرمایا ہے میں اس سے اتفاق کرتا ہوں۔ محکمہ آبپاشی کی کارکردگی اور پانی کی ترسیل پہلے سے نسبتاً بہتر ہوئی ہے جس کے لئے منسٹر صاحب، سیکرٹری صاحب اور ڈیپارٹمنٹ مبارکباد کے مستحق ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جو کام appreciate ہوا سے appreciate کیا جائے۔ Give a good hand on that.

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! جو افسران دوروں پر جاتے ہیں اور وہاں ریسٹ ہاؤسز میں night stay کرتے ہیں وہ ساتھ TA/DA بھی claim کرتے ہیں۔ اگر کوئی افسر دورے پر جاتا ہے وہاں ریسٹ ہاؤس میں night stay بھی کرتا ہے اور ساتھ TA/DA بھی claim کرتا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ رولز کی خلاف ورزی ہے۔ میں وزیر موصوف سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ ان ریسٹ ہاؤس میں night stay اور وہاں کھانے وغیرہ پر per day کتنے اخراجات مقرر کئے گئے ہیں؟

وزیر آبپاشی: جناب سپیکر! ریسٹ ہاؤس میں night stay کے حوالے سے ریٹ مقرر ہیں اور ریٹ کے مطابق ہی ان سے charge کئے جاتے ہیں۔ کھانے کا انتظام آفیسر خود کرتا ہے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! میرے سوال کا تو جواب آیا ہی نہیں ہے۔ میں نے پوچھا ہے کہ ریسٹ ہاؤس میں night stay کا کتنا ریٹ ہے؟

وزیر آبپاشی: ایئر کنڈیشن کے بغیر ریسٹ ہاؤس کا ریٹ -/400 روپے ہے اور ایئر کنڈیشنڈ ریسٹ ہاؤس کا ریٹ -/750 روپے ہے۔

MR. DEPUTY SPEAKER: That is across the board in the remote areas and in the urban areas?

وزیر آبپاشی: جی، جناب والا!

MR. DEPUTY SPEAKER: That is too much.

وزیر آبپاشی: جناب والا! یہ ریٹس فنانس ڈیپارٹمنٹ نے مقرر کئے ہوئے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: لیکن لاہور اور راجن پور کے ریسٹ ہاؤس کے ریٹ میں تو فرق ہونا چاہئے۔

وزیر آبپاشی: جی، آپ کی بات درست ہے۔ فرق ہونا چاہئے۔

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر! یہ سوال ریسٹ ہاؤسز کے بارے میں کیا گیا ہے۔ اکثر شکایات موصول ہوتی ہیں کہ ان کا misuse ہوتا ہے۔ اس حوالے سے منسٹر صاحب کو بھی پتا ہوگا اور اخبارات میں بھی کافی واویلا ہوتا رہتا ہے۔ ایک تو آپ نے بروقت بہت ہی اچھی observation ریکارڈ کروائی ہے۔ ممبرز کا بھی استحقاق ہے لیکن آج تک وہاں پر کوئی ممبر ٹھہرا اور نہ کبھی کسی نے ضرورت محسوس کی ہے لیکن اکثر پڑھتے ہیں کہ فلاں ریسٹ ہاؤس میں فلاں رات کو فلاں جوڑا پکڑا گیا۔ لہذا میری گزارش ہے کہ کیا وزیر موصوف نے آبپاشی کے ریسٹ ہاؤسز کے حوالے سے کوئی ایسا arrangement کیا ہے کہ یہ ہفتہ وار یا weekend پر خصوصاً رات کو جا کر چیک کرتے ہیں کہ وہاں پر کیا ہو رہا ہے؟

وزیر آبپاشی: جناب سپیکر! میرا کام پالیسیز بنانا اور ان پر عملدرآمد کروانا ہے۔ ہم نے آبپاشی نظام کو بہتر کرنا ہے۔ کیا ہماری آج کی ساری بحث ان ریسٹ ہاؤسز پر ہی ہو گی؟ آپ pinpoint کریں کہ آپ نے وہاں پر کوئی ایسا واقعہ ہوتے دیکھا ہے تو ہم اس پر کارروائی کرنے کو تیار ہیں۔ بہر حال ان ریسٹ ہاؤسز کا ایک اپنا سسٹم ہے جس کی میں نے وضاحت کی ہے۔ میرے خیال میں ہم نے ریسٹ ہاؤسز کی بجائے آبپاشی سسٹم کو زیادہ دیکھنا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں سمجھتا ہوں کہ کینال ریسٹ ہاؤسز کے بغیر آبپاشی سسٹم چل ہی نہیں سکتا۔ Canal Rest Houses should be maintained and continue. خدارا! ریموٹ ایریا میں اریگیشن کینال سسٹم کو چلنے دیں، ریسٹ ہاؤسز کو maintain رہنے دیں۔ وہاں ایکسئین، ایس ڈی او اور باقی افسران کچہری لگاتے رہیں تب ہی آپ کا نظام صحیح چلے گا۔ جس دن یہ scrap ہو جائیں گے اس دن سے آپ کا نہری نظام صحیح نہیں چلے گا۔ یہ بہت اعلیٰ نظام ہے آپ ایسے سمجھیں کہ یہ آپ کے دفاتر ہیں اور لوگوں کے لئے بہتر rest places ہیں۔ آج کل تو جہاں بھی روڈز جا رہی ہیں وہ ریسٹ ہاؤسز کے ساتھ ساتھ ہیں اس لئے مسافروں کو بھی جگہ مل جاتی ہے۔ لہذا ریموٹ

ایریا میں ریسٹ ہاؤسز کو maintain رکھیں۔ خدارا! ان کو پرائیویٹائز مت کریں، مت کریں۔ اگلا سوال سید احسان اللہ وقاص صاحب کا ہے۔

محترمہ پروین مسعود بھٹی: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اس پر کافی بحث ہو گئی ہے اب ہم اگلے سوال پر آ گئے ہیں۔

سید احسان اللہ وقاص: سوال نمبر 6366 ہے۔ میری استدعا ہے کہ اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

صوبائی سطح پر سرکاری / پرائیویٹ سیکٹر میں پن بجلی پیدا کرنے کے حکومتی اقدامات

***6366:** سید احسان اللہ وقاص: کیا وزیر قوت برقی از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ وفاقی حکومت نے 50 میگاواٹ تک بجلی کے پلانٹ لگانے /لگوانے کے اختیارات صوبائی حکومتوں کے حوالے کر دیئے ہیں؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ پنجاب میں مختلف نہری آبشاروں اور بیراجوں کی آبشاروں پر 600 میگاواٹ سے زائد بجلی حاصل کرنے کی گنجائش موجود ہے اور کئی جگہوں پر 100 میگاواٹ تک بآسانی بجلی پیدا کی جا سکتی ہے؟

(ج) پنجاب حکومت نے وفاقی حکومت کی طرف سے دی گئی اس اجازت کے نتیجہ میں گورنمنٹ سیکٹر میں اور پرائیویٹ سیکٹر میں ہائیڈل بجلی پیدا کرنے کے کیا انتظامات کئے ہیں؟

وزیر قوت برقی:

(الف) درست ہے۔

(ب) درست ہے۔

(ج) حکومت پنجاب محکمہ آبپاشی و برقیات گورنمنٹ سیکٹر اور پرائیویٹ میں ہائیڈل پاور سٹیشن لگانے کے لئے پنجاب پاور رجسٹریشن پالیسی 2006 نافذ ہو چکی ہے مزید یہ کہ حکومتی سطح پر ہائیڈرو پاور سٹیشن مندرجہ ذیل جگہوں پر بنیں گے۔

1۔ گجرات برانچ پر کھوکھرا ہائیڈل پاور سٹیشن

2۔ ایل بی ڈی سی نہر پر ساہیوال ہائیڈل پاور سٹیشن

پہلے مرحلہ میں نہر اپر جہلم کینال کی ذیلی نہر گجرات برانچ کے مقام کھوکھرا پر پن بجلی گھر کی تعمیر کے لئے ٹھیکیداروں سے درخواستیں وصول ہو چکی ہیں اور زیر غور ہیں۔

علاوہ بالا حکومت پنجاب ایشین ڈویلپمنٹ بنک(ABD) سے قرضہ لے کر مندرجہ ذیل جگہوں پر بھی پن بجلی گھر تعمیر کرنا چاہتی ہے۔

نمبر شمار	مقام استطاعت	میگاواٹ
1۔	کماری والا پاکپتن نہر	3.2
2۔	اوکاڑہ LBDC	4.00
3۔	ڈیگ آؤٹ فال نزد شیخوپورہ UCC	5.00
4۔	چیانوالی نزد گوجرانوالہ UCC	5.40
5۔	مرالہ نزد سیالکوٹ UCC	7.20

اس سلسلے میں ایشین ڈویلپمنٹ بنک(ADB) سے قرضے کی تفصیلات طے ہو گئی ہیں اور باقاعدہ معاہدہ عنقریب متوقع ہے۔

حکومت پنجاب پاور رجسٹریشن پالیسی 2006 کی روشنی میں پرائیویٹ سیکٹر کے ذریعے ہائیڈل پاور سٹیشن لگانے کے لئے درخواستیں وصول کرنے کا عمل شروع ہو چکا ہے اور اب تک 13 درخواستیں وصول کی جا چکی ہیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے پارلیمانی امور: جناب سپیکر! میں بھی اس پر بات کرنا چاہتا تھا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں آپ کو ٹائم دوں گا۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے پارلیمانی امور: جناب سپیکر! مجھے باری نہیں دی گئی ہے۔ اب تو سوال بھی skip ہو گیا ہے۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! میں بات کروں یا پارلیمانی سیکرٹری صاحب کریں؟

جناب ڈپٹی سپیکر: شاہ صاحب! آپ بات کریں۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! یہ سوال آپ کے سامنے ہے۔ واپڈا undeclared لوڈ شیڈنگ کرتا رہتا ہے اور پورے ملک میں بجلی کی شدید کمی ہے اور اس کے نتیجے میں وفاقی حکومت

نے 50 میگاواٹ تک بجلی کے پلانٹ لگانے کے اختیارات صوبائی حکومتوں کے حوالے کئے ہوئے ہیں۔یہ بھی اندازہ لگایا گیا ہے کہ 600 میگاواٹ تک بجلی حاصل کرنے کی پنجاب کی نہروں اور آبشاروں سے گنجائش موجود ہے اور کئی جگہوں پر100 میگاواٹ تک بجلی بڑی آسانی سے پیدا کی جا سکتی ہے۔محکمے نے میری ان باتوں سے پوری طرح اتفاق کیا ہے کہ یہ درست ہیں لیکن وفاقی حکومت کی پالیسی کو بنے ہوئے دو سال سے زیادہ عرصہ ہو گیا ہے اور جز(ج) کے جواب میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ حکومت ایشین ڈویلپمنٹ بنک سے قرضہ لے کر کچھ جگہوں پر بجلی گھر تعمیر کرنا چاہتی ہے۔اس کے علاوہ یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ پرائیویٹ سیکٹر کو بھی ہائیڈرل پاور سٹیشن لگانے کے لئے درخواستیں وصول کرنے کا عمل شروع ہو چکا ہے اور اب تک 13 درخواستیں وصول ہو چکی ہیں۔

جناب والا!میں یہ سوال پوچھنا چاہتا ہوں کہ عملاً اب تک کہاں پر کام شروع ہوا ہے کس کی feasibility final ہو چکی ہے۔کیا کسی پرائیویٹ ادارے کو ہائیڈل پاور پراجیکٹ شروع کرنے کا اجازت نامہ این او سی ایوارڈ کر دیا گیا ہے اور اگر کر دیا گیا ہے تو کس جگہ پر ایوارڈ کیا گیا ہے۔

وزیر قوت برقی: جناب والا! جیسا کہ احسان اللہ وقاص صاحب فرما رہے ہیں ان کے سوالوں سے محکمہ بھی اتفاق کرتا ہے۔گجرات برانچ کھوکھرا ہائیڈل پاور پراجیکٹ پر اس کی ٹینڈرنگ ہو چکی ہے ایچ ایم سی کمپنی کو ٹینڈر ایوارڈ ہو چکا ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ مئی کے آخر میں وہ کام بھی شروع کر دیں گے۔دو پراجیکٹ پر محکمہ خود بھی کام کر رہا ہے باقی تیرہ درخواستیں وصول ہو چکی ہیں اس پر بھی انشاء اللہ تعالیٰ طریق کار کے مطابق جلد از جلد کام شروع ہو جائے گا۔شکریہ

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب والا! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ یہ بہت اچھی بات ہے کہ اسی طرح نہروں کے اوپر پلانٹ لگا کر بجلی کی کمی کو پورا کیا جا رہا ہے۔اس وقت بجلی کی شدید کمی ہے اور پاکستان کی تاریخ میں پہلی دفعہ یہ ہوا ہے کہ سردیوں میں بھی لوڈ شیڈنگ ہوئی ہے۔باوجود حکومت کے بلند بانگ دعووں کے کہ لوڈ شیڈنگ نہیں ہو گی سردیوں میں بھی لوڈ شیڈنگ ہوئی ہے۔میں محکمے سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں اور میں جو سمجھتا ہوں، میری جو معلومات ہیں ایٹمی بجلی ہائیڈل سے بھی سستی پڑتی ہے۔کیا ہمارا محکمہ اس حوالے سے پنجاب کے اندر پاور جنریشن کے لئے ایٹمی بجلی گھر قائم کرنے کا کوئی منصوبہ رکھتا ہے اور اگر نہیں رکھتا تو رکھنا چاہئے۔

وزیر قوت برقی: جناب سپیکر! صوبائی حکومت صرف 50 میگاواٹ تک کا اختیار رکھتی ہے اس سے بڑھ کر فیڈرل گورنمنٹ یا پی پی آئی ڈی کے پاس اختیارات ہیں۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب والا! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ پنجاب گورنمنٹ اپنے طور پر ایشین ڈویلپمنٹ بنک کے تعاون سے جو پراجیکٹ بنا رہی ہے اس میں سیالکوٹ مرالہ پراجیکٹ بھی شامل ہے۔ میرا ان سے ضمنی سوال یہ ہے کہ مرالہ میں جو یہ کام کر رہے ہیں کتنے عرصہ تک یہ پراجیکٹ مکمل کر لیں گے یا اس کو شروع کریں گے؟

وزیر قوت برقی: جناب والا! ایشین ڈویلپمنٹ بنک کے اشتراک سے یہ کام ہو گا اس کے ساتھ معاہدہ کافی حد تک مکمل ہو چکا ہے جو عنقریب written shape میں آجائے گا تو تقریباً ڈیڑھ دو سال تک مرالہ راوی لنک پر کام شروع ہو جائے گا۔

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: جناب والا! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ یہ جو انہوں لکھا ہے کہ پنجاب حکومت نے وفاقی حکومت کی طرف سے دی گئی اجازت کے نتیجے میں گورنمنٹ سیکٹر میں اور پرائیویٹ سیکٹر میں ہائیڈل بجلی پیدا کرنے کے کیا انتظامات کئے ہیں۔ اس کے جواب میں جو چیزیں سامنے آئی ہیں۔ اس میں لکھا گیا ہے کہ پاور سٹیشن گجرات ساہیوال، پاکپتن، اوکاڑہ، شیخوپورہ اور گوجرانوالہ میں بنا رہے ہیں، میں اس سلسلے میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے جنوبی پنجاب میں زیادہ ایگریکلچر ایریا ہے اور وہاں پر پانی اور بجلی کے زیادہ مسائل ہیں۔ کیا ان کے ذہن میں کوئی ایسا ارادہ ہے کہ ایشین ڈویلپمنٹ بنک کے اس پیسے کو صرف شیخوپورہ گجرات، گوجرانوالہ اور سیالکوٹ میں ہی لگانا ہے یا ڈیرہ غازی خان، بہاولپور اور ملتان کے علاقوں میں بھی منصوبہ بنانے کا ارادہ ہے یا نہیں؟ تاکہ وہاں بھی بجلی پیدا ہو سکے اور وہاں کے عوام کو بھی سہولیات میسر ہو سکیں۔

وزیر قوت برقی: جناب والا! پرائیویٹ سیکٹر میں تین سو سے زائد مقامات ہیں۔ اس سلسلے میں تیرہ درخواستیں موصول ہو چکی ہیں اور all over the Punjab یہ پاور سٹیشنز لگائے جائیں گے۔

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: جناب والا! میں ان سے صرف اتنا پوچھنا چاہوں گا کہ اگر جنوبی پنجاب میں اگر کوئی ایسا منصوبہ زیر غور ہے تو یہ بتا دیں کہ لیہ یا بھکر میں فلاں جگہ ہم یہ منصوبہ شروع کر رہے ہیں۔ یہ صرف پوائنٹ آؤٹ کر دیں۔

وزیر قوت برقی: جناب والا! جو سالانہ نہریں ہیں ان کے اوپر یہ پاور سٹیشن لگ سکتے ہیں اور ان 300 منصوبوں کی پوری تفصیل محکمہ Irrigation کی ویب سائٹ پر موجود ہے۔ اسی کو دیکھ کر تیرہ لوگوں نے applications دی ہیں باقی لوگ بھی آہستہ آہستہ آ رہے ہیں۔ جہاں جہاں بھی یہ

نہری سسٹم ہے وہاں پر یہ پراجیکٹ انشاء اللہ تعالیٰ ضرور لگیں گے۔

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: جناب والا! میرے سوال کا جواب تو پھر بھی نہیں آیا۔ میں نے تو یہ specific question پوچھا ہے کہ جنوبی پنجاب میں، all over the Punjab تو اس میں لکھا ہوا ہے۔ میرا مطلب ہے کہ وہ جو جنوبی پنجاب ہے وہ بھی پنجاب کا چونکہ حصہ ہے یہ مجھے صرف اتنا فرما دیں کہ کیا حکومت جنوبی پنجاب کے تین ڈویژنوں میں کسی جگہ پر اس فنڈ سے پاور پلانٹ لگانے کا ارادہ رکھتی ہے یا نہیں؟

وزیر قوت برقی: جناب والا! وہاں تونسہ بیراج پر حکومت 120 میگا واٹ کا ایک پاور پلانٹ لگانے کا ارادہ رکھتی ہے۔

سید احسان اللہ وقاص: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

سید احسان اللہ وقاص: جناب والا! آئین کے مطابق پنجاب صرف پاکستان کا صوبہ ہے اور اس صوبے کا نام پنجاب ہے اس میں کوئی جنوبی پنجاب، شمالی پنجاب یا سنٹرل پنجاب نہیں ہے۔ اس نام سے کوئی صوبہ نہیں ہے اور نہ ہی اس نام سے کوئی ڈویژنل تقسیم ہے اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ حکومت کی طرف سے بھی بعض دفعہ جنوبی پنجاب کے حوالے سے بلند بانگ دعوے کئے جاتے ہیں اور ہمارے اپوزیشن کے بھی نہایت فاضل ممبر بھی اس کا ذکر کرتے رہتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ آپ ضلع کا نام لیں under-developed area کا نام لیں ہم پوری طرح ان کو support کریں گے لیکن حکومت اور اپوزیشن کی طرف سے بھی شمالی پنجاب، جنوبی پنجاب نہ کہا جائے۔ ہم نے تو کبھی نہیں سنا کہ سندھ کے اندر یا بلوچستان کے اندر یا صوبہ سرحد کے اندر اس طرح کی کوئی باتیں ہوتی ہوں۔ یہ مناسب نہیں ہوگا اور درست نہیں ہوگا۔ آئین کے اندر اگر آپ نے صوبے کی تقسیم کرنی ہے تو کریں۔

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: جناب والا! میں سید احسان اللہ وقاص صاحب سے گزارش کروں گا کہ آپ کی جماعت اسلامی نے وہاں حلقے کے امیر بنا رکھے ہیں یعنی یہ جنوبی پنجاب کے امیر ہیں۔ یہ لاہور میں بیٹھنے والے ہیں اور ان کی ویسے بھی بڑی دل آزاری ہوتی ہے کیونکہ ہمارا مؤقف یہ ہے کہ "اساں قیدی تخت لاہور دے" تو یہ ہمارے اوپر اپنا ناجائز اور غاصبانہ کنٹرول رکھنے کے لئے ہمیں یہ

لفظ بھی استعمال نہیں کرنے دیتے۔ حالانکہ ان کی اپنی جماعت نے امیر جماعت حلقہ جنوبی پنجاب مقرر کیا ہوا ہے۔ انہوں نے خود اس قسم کی تنظیمیں بنا رکھی ہیں کم از کم یہ اپنی اصلاح کریں اور ہم اگر ایک term استعمال کرتے ہیں تو یہ اس کو بھی برداشت نہیں کرتے کم از کم اتنا تو برداشت کریں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ڈاکٹر صاحب! کیا آپ امیر جماعت جنوبی پنجاب ہیں؟

ڈاکٹر سید وسیم اختر: میں نائب امیر جماعت اسلامی پنجاب ہوں اور جنوبی پنجاب کے جو تین ڈویژنز ہیں بہاولپور، ڈی جی خان اور ملتان اس کے کام کی co-ordination میرے پاس ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اس کا مطلب ہے آپ وہی بات کر رہے ہیں جو ڈاکٹر جاوید صدیقی فرما رہے ہیں۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: میں دوسری بات یہ بھی عرض کروں گا کہ اگر ہم جنوبی پنجاب کے حوالے سے کوئی معاملہ اٹھاتے ہیں تو ہم facts and figures کے ساتھ اس بات کو ثابت کر سکتے ہیں کہ کاٹن کے حوالے سے جو کہ ہماری cash crop ہے سب سے زیادہ ریونیو جنوبی پنجاب سے گورنمنٹ کے اور پنجاب کے exchequer میں آتا ہے اور ڈویلپمنٹ کے حوالے سے ہمیں pay back نہیں کیا جاتا جس کی وجہ سے ہم احتجاج کرتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: گویا آپ نے شاہ صاحب کی بات کی نفی کر دی۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب والا! میں نے تو حقیقت بیان کی ہے نفی نہیں کی بلکہ تصحیح کر دی ہے۔

جناب محمد وقاص: جناب سپیکر! اس سوال کے جز (ب) میں یہ درست تسلیم کیا گیا ہے کہ پنجاب میں 600 میگاواٹ بجلی پیدا کرنے کی گنجائش ہے لیکن جو انہوں نے figures دیئے ہیں وہ صرف 24 میگاواٹ ہے۔ یعنی 600 میگاواٹ کی ہمارے پاس گنجائش ہے لیکن ابھی تک ہم 24 میگاواٹ کے لئے سوچ رہے ہیں جو کہ اس کا دس فیصد بھی نہیں بنتا۔ میں حکومت کی توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ اس حوالے سے بھی اس پر غور کیا جائے۔

وزیر قوت برقی: جناب والا! میں اپنے دوست کی اصلاح کے لئے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ تین سو کے لگ بھگ sites ہیں جو identify ہو چکی ہیں جن سے 800 میگاواٹ بجلی لی جا سکتی ہے۔ یہ دو sites وہ ہیں جس پر گورنمنٹ اور محکمہ کام کر رہا ہے اور پانچ وہ ہیں جن پر ایشین ڈویلپمنٹ بنک کے اشتراک سے کام کیا جائے گا۔

جناب محمد وقاص: جناب والا! میرے سوال کا جواب نہیں ملا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ابھی انہوں نے فرمایا ہے کہ ان کا ارادہ ہے کہ تونسہ بیراج پر بھی 120 میگاواٹ کا پراجیکٹ لگانے کا ارادہ ہے تو اس طرح یہ add up ہو جائیں گے اور اسی طرح کے اور بھی پراجیکٹ ہوں گے۔ اب ہم اگلے سوال کی طرف جاتے ہیں۔ جناب ارشد محمود بگو!

جناب ارشد محمود بگو: سوال نمبر 8671۔

ٹیکنیکل ایجوکیشن کے اساتذہ کی ترقیوں کے فارمولے پر عملدرآمد کی صورتحال

*8671: جناب ارشد محمود بگو: کیا وزیر صنعت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ وزیر اعلیٰ پنجاب نے ٹیکنیکل ایجوکیشن پنجاب کے اساتذہ کی ترقیوں کے چار درجاتی فارمولہ کو عدالتی فیصلوں کے تحت مورخہ 92-11-14 سے لاگو کرنے کے لئے مورخہ 06-02-11 کو حکمنامہ جاری کر دیا تھا جس کا نوٹیفکیشن بھی مورخہ 06-05-24 کو جاری کر دیا گیا تھا؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ عدالت عالیہ ملتان بنچ رٹ نمبر 3230/99 اور عدالت عظمیٰ پاکستان سول پٹیشن نمبر CP-365-2/20 میں واضح طور پر حکم دے چکی ہے کہ جس تاریخ سے فنی تعلیم پنجاب کے اساتذہ ترقی پائیں گے ان کی سنیارٹی اسی تاریخ سے ہوگی؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ حکومت پنجاب عدالتی فیصلوں کی روشنی میں مورخہ 2000-08-08 کو گریڈ 18 (ٹیکنیکل کیڈر) کے اساتذہ کی فائنل سنیارٹی لسٹ جاری کر چکی ہے؟

(د) کیا یہ بھی درست ہے کہ مذکورہ بالا سنیارٹی لسٹ کی روشنی میں فنی تعلیم کے اساتذہ کی ترقیاں ابھی تک 92-11-14 سے نہ ہوئی ہیں اس کی کیا وجوہات ہیں؟

(ہ) کیا یہ بھی درست ہے کہ ٹیوٹا حکام نے عدالتی حکم کے باوجود اپنے من پسند افراد کو نوازنے کے لئے نئی سنیارٹی لسٹ مورخہ 06-05-26 کو جاری کر دی ہے؟

(و) اگر مذکورہ بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت پنجاب عدالتی حکم کی روشنی میں حق دار سینئر اساتذہ کو اگلے گریڈ میں ترقی و سنیارٹی دینے کے لئے تیار ہے، اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر صنعت:

(الف) جی ہاں! یہ درست ہے۔

(ب) جی ہاں! یہ درست ہے۔

(ج) جی ہاں! یہ درست ہے۔

(د) جی ہاں! یہ درست ہے کہ تاحال فنی تعلیم کے اساتذہ بشمول تمام دیگر اساتذہ کی 14-11-92 سے ترقی نہیں ہوئی ہے کیونکہ 24-05-2006 کے نوٹیفکیشن کے جاری ہونے کے بعد ہی پروموشن کے کیسز تیار کئے جانے تھے جو کہ اب تکمیل کے آخری مراحل میں ہیں اور جلد ہی سلیکشن بورڈ کے سامنے پیش کئے جا رہے ہیں۔

(ہ) یہ درست نہیں ہے 14-11-92 سے ترقی کے حقدار ملازمین کا اس سنیارٹی سے فی الوقت کوئی تعلق نہ ہے۔ نئی سنیارٹی لسٹ جو مورخہ 26-05-06 کو جاری کی گئی ہے موجودہ پوزیشن کو ظاہر کرتی ہے۔

(و) ہاں تیار ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ بد قسمتی یہ ہے کہ پاکستان اور خصوصاً صوبہ پنجاب کے جو employees ہیں جب ان کی حق تلفی ہوتی ہے تو اپنا حق لینے کے لئے وہ کورٹ میں جاتے ہیں۔ 1993 میں TEVTA نے اپنے ملازمین کی حق تلفی کی جس کی وجہ سے وہ کورٹ میں گئے۔ ہائی کورٹ نے ان کے حق میں فیصلہ کر دیا۔ حکومت کو چین نہ آیا اور وہ اس فیصلے کے خلاف سپریم کورٹ میں چلی گئی اور سپریم کورٹ نے بھی جو ہائی کورٹ کا فیصلہ تھا اس کو بحال رکھا۔ جو انہوں نے کورٹ میں statement دی اس کے مطابق انہوں نے direction دی کہ وہ TEVTA سنیارٹی لسٹ بنائیں لیکن انہوں نے کیا کیا ہے۔ انہوں نے 37 لوگوں کو سنیارٹی لسٹ بنا کر جن کا کوئی تعلق نہیں ہے اور انہوں نے خود رولز اور ریگولیشن کی دھجیاں بکھیری ہیں۔ پنجاب گورنمنٹ نے رولز ریگولیشن کے تحت ترقیوں کے لئے چار درجاتی فارمولہ طے کیا ہے۔ اس میں یہ ہے کہ جس آفیسر کو گریڈ 18 میں ترقی دینی ہے اس کی سروس کم از کم پانچ سال ہو لیکن ہوا یہ ہے کہ جن 37 لوگوں کو انہوں نے promotion دی ہے وہ لسٹ میں آپ کے سامنے پڑھ دیتا ہوں۔ ان میں سے ایک عبدالرحمٰن ہیں جن کو انہوں نے ترقی دی ہے۔ وہ 1993

میںqualify کرتے ہیں، پھر اظہر اقبال شاہد بھی 1993 میں کرتے ہیں، پھر مظہر اقبال نقوی 1994 میں کرتے ہیں۔

جناب سپیکر! انہوں نے سپریم کورٹ کی آنکھوں میں مرچیں ڈال کر ان کو بتایا ہے کہ ہم نے آپ کے حکم کو سر آنکھوں پر رکھا ہے اور انہوں نے نیچے الٹ کام کیا ہے۔ انہوں نے سوال کے جز(ہ) کا جواب دیا ہے کہ یہ درست نہیں ہے کہ 92-11-14 سے ترقی کے حق دار ملازمین کی اس سنیارٹی سے فی الواقع کوئی تعلق نہ ہے۔ نئی سنیارٹی لسٹ جو مورخہ 2000-05-26 کو جاری کی گئی ہے موجودہ پوزیشن کو ظاہر کرتی ہے۔"

جناب سپیکر! میرا ضمنی question یہ ہے کہ انہوں نے جن 37 لوگوں کو promote کیا ہے کیا انہوں نے من وعن سپریم کورٹ کے فیصلے کو مانا ہے یا اس میں گڑبڑ کی ہے۔

MR. DEPUTY SPEAKER: Minister for Industries.

وزیر صنعت: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! میں اپنے دوست کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ سپریم کورٹ میں promotion کے ٹوٹل 623 کیسز تھے جن میں سے TEVTA نے ابھی تک 387 کو promotion دے دی ہے۔ ان میں سکیل 18 سے 19 کے 219 کیسز تھے جن میں سے 129 کو promotion دے دی گئی ہے اور باقی کیسز تیار کر کے ٹیوٹا نے ایڈیشنل چیف سیکرٹری کو بھیج دیئے ہیں جس کی منظوری انہوں نے دینی ہے۔ سکیل نمبر 19 سے 20 تک کل 17 کیسز تھے ٹیوٹا نے اس کے بھی پورے کیسز تیار کر کے چیف سیکرٹری صاحب کو دے دیئے ہیں اب انہوں نے ان کی promotion کرنی ہے۔ باقی یہ دوست جو بتا رہے ہیں کہ 37 لوگوں کو جو promotion دی گئی ہے وہ صرف current charge bases پر promotion دی گئی ہے یہ permanent نہیں ہے۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! انہوں نے جن لوگوں کو promotion دی ہے وہ eligible نہیں تھے۔ میرا سوال یہ ہے کہ جن لوگوں کو انہوں نے promote کیا ہے وہ eligible نہیں ہیں۔ انہوں نے سپریم کورٹ کے فیصلے کو violate کیا ہے۔ میری آپ سے استدعا ہے کہ یہ سینکڑوں ملازمین ہیں جو بے چارے سپریم کورٹ تک گئے ہیں یہ promotion کا کیس TEVTA کی سٹینڈنگ کمیٹی کو بھیج دیا جائے وہ کمیٹی اس کو thrash out کر لے، میں اس ہاؤس میں کھڑا ہو کر یہ کہتا ہوں کہ انہوں نے جتنی promotions کی ہیں وہ غلط کی ہیں۔ انہوں نے جن

لوگوں کی promotion کی ہے وہ eligible نہیں تھے اور وہ سپریم کورٹ کے اس آرڈر کے تحت نہیں آتے جن کی promotion کی ہے۔

جناب سپیکر! میں آپ سے درخواست کروں گا کہ یہ پورا کیس سٹینڈنگ کو بھیج دیا جائے اور اس کمیٹی کو کہہ دیا جائے کہ ایک مہینہ، دو مہینہ یا تین مہینہ میں thrash out کر کے ہاؤس کو یہ بتا دیں۔ اگر انہوں نے سپریم کورٹ کے آرڈر کے مطابق فیصلہ کیا ہے تو ٹھیک ہے۔ میں اس پر کہتا ہوں کہ اگر انہوں نے یہ فیصلہ ٹھیک کیا ہوا تو میں resign دے دوں گا، میں on oath کہہ رہا ہوں، resign لکھ کر کہتا ہوں کہ اگر انہوں نے promotion سپریم کورٹ کے فیصلے کے مطابق کی ہو گی تو میں resign کر دوں گا۔ انہوں نے ان لوگوں کو promote کیا ہے جن کا کوئی حق نہیں بنتا تھا اور جو eligible نہیں تھے۔ یہ 650 لوگوں کا مسئلہ ہے اور جو لوگ 12 سال تک کورٹوں میں رلتے رہے اور وہ سپریم کورٹ تک گئے اگر انہیں یہ حق نہیں ملتا تو یہ بہت بڑا ظلم ہو گا۔ میری درخواست ہے کہ اس کو سٹینڈنگ کمیٹی میں بھیج دیا جائے۔

MR. DEPUTY SPEAKER: Minister for Industries.

وزیر صنعت: جناب سپیکر! میں نے جیسے پہلے بھی عرض کیا ہے سپریم کورٹ نے جن ٹوٹل 623 لوگوں کا فیصلہ کیا تھا اس میں کسی کو بھی ابھی تک یہ نہیں کہا گیا کہ اس کی promotion نہیں ہو گی۔ ان میں سے ٹیوٹا نے 387 کیسز کی promotion کر دی ہے۔ بقایا 219 کیسز میں سے 129 کیسز کی promotion کر دی گئی ہے۔ باقی میٹنگز ہو رہی ہے لیکن TEVTA نے 100 فیصد لوگوں کی promotion recommend کر کے ایڈیشنل چیف سیکرٹری کو بھیج دی ہے۔ اس کے علاوہ سکیل 19 سے 20 تک کے جو 17 کیس تھے ان کے لئے بھی TEVTA نے پوری طرح recommend کر کے بھیج دیا ہے ان میں سے کوئی آدمی ایسا نہیں رہے گا جس کا promotion کیس نہیں گیا تو یہ کس طرح کہتے ہیں کہ اس میں دوسرے لوگوں کو کر دیا گیا ان میں سے تو کوئی آدمی رہے گا نہیں جس کا promotion کا کیس recommend نہیں کیا گیا۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! یہ جن لوگوں کا کہتے ہیں کہ انہوں نے گریڈ 18 سے 19 میں ترقی دی ہے، میں آپ کی خدمت میں لسٹ بھیج دیتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ باقی بھی ہوں گے، کوئی رہ نہیں جائے گا۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! انہوں نے جن کی سفارش کی ہے وہ غلط کی ہیں۔ وہ eligible

نہیں تھے جنہیں انہوں نے promote کرنے کی سفارش کی ہے۔ جس طرح یہ کہہ رہے ہیں کہ 600 سے اوپر لوگ ہیں جن کی سفارش کی گئی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: وہ کہہ رہے ہیں کہ سپریم کورٹ نے جن کے بارے میں directions دی ہیں اس پر عمل کرتے ہوئے ان تمام لوگوں کو promote کیا جائے گا اور کوئی رہ نہیں جائے گا۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! یہ جو بات یہاں floor پر کرتے ہیں تو کس نے ان کو کہنا ہے۔ میری یہ درخواست ہے کہ سٹینڈنگ کمیٹیاں کس لئے بنتی ہیں اس لئے بنتی ہیں کہ جو مسئلہ sensitive ہو اور اس بات کی ضرورت ہو کہ کسی مسئلے کو کمیٹی میں بھیجا جائے تو اگر یہ کیس سٹینڈنگ کمیٹی کے پاس چلا جائے گا اور ہاؤس میں یہ رپورٹ آ جائے گی تو آپ کے سامنے بیوروکریسی کا سارا چہرہ آ جائے گا۔ انہیں تو کچھ پتا ہی نہیں ہے وہ جو لکھ کر انہیں بھیج دیتے ہیں وہ یہ کھڑے ہو کر پڑھ دیتے ہیں انہیں تو کسی چیز کا پتا ہی نہیں ہوتا۔ میرے ایک دوست کہہ رہے تھے کہ دوبارہ سپریم کورٹ میں چلے جائیں۔ سپریم کورٹ میں جانا کوئی آسان بات ہے کہ ایک شخص 1993 میں ہائی کورٹ میں گیا ہے اور پھر 2006 میں اس نے فیصلہ کیا ہے۔ ان کے خلاف کون سپریم کورٹ میں جائے گا کہ حکومت نے یہ غلط فیصلہ کیا ہے۔ یہ 600 سے اوپر ملازمین کا مسئلہ ہے خدا کے لئے اس کو سٹینڈنگ کمیٹی کے پاس بھیج دیں اور میں نے اتنی بڑی بات کی ہے۔ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ انہوں نے غلط کیا ہے، پھر تو ٹھیک ہے اگر یہ کہہ دیں کہ یہ ٹھیک ہوا ہے تو میں resign دے دوں گا۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، چودھری صاحب!

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر! میرے فاضل دوست ارشد بگو صاحب نے اپنے ضمنی سوال کی تفصیل میں ارشاد فرمایا کہ سپریم کورٹ میں جانا کوئی آسان کام ہے، وہاں جانا بہت مشکل کام ہے۔ میرا خیال ہے یہ بات ٹھیک نہیں۔ سپریم کورٹ ہماری محترم عدلیہ ہے وہاں پر جانا سہل ترین ہے یہ کہنا کہ وہاں پر جانا بہت مشکل ہے یہ مناسب نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں، ان کا یہ خیال فیس کے حوالے سے ہے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، ڈاکٹر وسیم صاحب!

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ بگو صاحب نے جو معاملہ اٹھایا ہے یہ انتہائی sensitive ہے اور یہ کسی ایک ریجن کی بات نہیں ہے۔ بہت سارے ڈسٹرکٹس اور ڈویژنوں سے یہ شکایات ہمارے پاس آتی رہتی ہیں۔ اس حوالے سے میں سمجھتا ہوں کہ سپریم کورٹ میں دوبارہ جائیں گے ایک process چلے گا۔ یہ پنجاب اسمبلی کا ہاؤس ہے بگو صاحب نے ایک اہم معاملے کو اٹھایا ہے میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس میں اسمبلی کی عزت بھی ہوگی اور اگر اسمبلی اپنا part play کرے تو بڑی تعداد میں ملازمین کی حق رسی بھی ہو سکے گی۔ میری آپ سے درخواست ہے کہ بگو صاحب کے اس question اور یہ جو ساری چیزیں raise ہوئی ہیں انہیں سٹینڈنگ کمیٹی کے سپرد کیا جائے تاکہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے اور لوگوں کو ان کا حق مل سکے۔

MR DEPUTY SPEAKER: Minister for Industries.

وزیر صنعت: جناب سپیکر! میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ان کو ہمدردی ان 623 لوگوں سے ہے۔ ہم تو ان کے خلاف کوئی فیصلہ نہیں دے رہے، ہم نے تو ان سب کا کیس recommend پروموشن کے لئے بھیج دیا ہے۔ مجھے یہ سمجھ نہیں آتی کہ یہ ان لوگوں میں سے چاہتے ہیں کہ جن کے حق میں سپریم کورٹ نے فیصلہ کیا ہے کہ ان لوگوں میں سے کچھ لوگ غلط ہیں کہ ان کے خلاف ہم فیصلہ دیں کہ ان میں 37 لوگوں کو پروموٹ کیا گیا ہے وہ غلط ہے۔ میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ جن کے کیس سپریم کورٹ نے recommend کئے ہیں وہ تمام کے تمام کیس پروموٹ کئے گئے ہیں۔ ان میں سے TEVTA کی طرف سے ابھی تک 387 لوگوں کو پروموشن لیٹر جاری کر دیئے گئے ہیں۔ اب مجھے سمجھ نہیں آتی کہ یہ کن 37 لوگوں کے بارے میں کہہ رہے ہیں، وہ ان لوگوں میں سے ہیں یا وہ کوئی اور ہیں؟

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بگو صاحب!

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! یہ کہتے ہیں کہ ہم نے سپریم کورٹ کے فیصلے کے مطابق پروموشن کی سفارش کر کے کیس چیف سیکرٹری کو بھیج دیا ہے۔ میرا سوال یہ ہے کہ محکمے نے جن لوگوں کو گریڈ 18 سے گریڈ 19 میں پروموشن کے لئے سفارش کی ہے تو میں یہ کہتا ہوں کہ وہ eligible نہیں ہیں، وہ سپریم کورٹ کے اس فیصلے کے مطابق نہیں آتے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: سپریم کورٹ نے اس کے بارے میں کوئی وضاحت کی ہے کہ ان لوگوں کو پروموٹ کیا جائے؟

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! میرے پاس لسٹ ہے۔

MR DEPUTY SPEAKER: How can we go against the direction of the Supreme Court? The question is that if they go against the direction of the Supreme Court, it would be contempt of the court.

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! میں گزارش کر رہا ہوں کہ lower کورٹ میں جانے کے لئے ایک متوسط طبقے کے بندے کو جو کچھ کرنا پڑتا ہے۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بگو صاحب! میں اور بات کر رہا ہوں۔ جو آپ فرما رہے ہیں کہ direction کے باوجود وہ دوسروں کو پروموٹ کر رہے ہیں یہ تو پھر سپریم کورٹ کی direction کے خلاف بات ہے It will be clear contempt of Court.

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! میں یہی تو کہنا چاہتا ہوں کہ یہ منسٹر بیچارا بے بس ہے ان کو کچھ پتا نہیں ہے۔ یہ تو بیچارے ویسے ہی بیٹھے ہوئے ہیں اور میں معذرت کے ساتھ کہتا ہوں کہ چیمہ صاحب کو تو کچھ بھی پتا نہیں ہے، یہ بات راجہ صاحب کے متعلق نہیں ہے۔

MR DEPUTY SPEAKER: In any case, after hearing both sides, I have come to the conclusion that according to the ruling of the Supreme Court, all those who were to be promoted, their cases should be examined by the Standing Committee and referred back to the Assembly.

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب ڈپٹی سپیکر: اگلا سوال محترمہ ثمینہ نوید صاحبہ کا ہے۔

محترمہ ثمینہ نوید (ایڈووکیٹ): سوال نمبر 7047۔

تحصیل منچن آباد کے موضع جات کے لئے فورڈواہ نہر سے نئے موگہ جات کا اجراء

*7047: محترمہ ثمینہ نوید (ایڈووکیٹ): کیا وزیر آبپاشی ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ سال 2000 سے 2004 تک فورڈواہ نہر سے تحصیل منچن آباد میں نئے موگے بنائے گئے ہیں ان کی تعداد کیا ہے، کس کس موضع میں بنائے گئے اور موگہ جات پر موجود مالک رقبہ کا نام بھی تحریر کریں؟

(ب) کیا یہ درست ہے کہ بستی عظیم پورہ، بہکا بودلہ موگہ پر رقبہ زیادہ ہے اور پانی کم، جس کی وجہ سے ٹیل تک پانی کم ہو جاتا ہے اور رقبہ مکمل سیراب نہیں ہوتا؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ مذکورہ موگہ سے سیراب ہونے والا رقبہ کافی دور ہے جبکہ نہر فورڈواہ کے قریب پڑتا ہے؟

(د) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا محکمہ مذکورہ موگہ سے سیراب ہونے والے رقبہ کو نہر فورڈواہ سے نیا موگہ دینے کو تیار ہے، اگر ہاں تو کب تک، نہیں تو وجوہات کیا ہیں؟

وزیر آبپاشی:

(الف) سال 2000 سے 2004 کے دوران نہر فورڈواہ سے تحصیل منچن آباد میں کوئی بھی موگہ نہیں لگایا گیا۔

(ب) موگہ رقبہ کے مطابق منظور شدہ پورا پانی حاصل کر رہا ہے۔

(ج) رقبہ موگہ ہذا کی ٹیل پر ہے اور نہر فورڈواہ برانچ کے قریب ہے۔

(د) گورنمنٹ نے برانچ کینال سے ڈائریکٹ موگہ پر پابندی لگا رکھی ہے۔

محترمہ ثمینہ نوید (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! مجھے بڑا افسوس ہوا اس بات کا کہ میں نے متعلقہ حلقے کا وزٹ کر کے اور اتنی محنت کر کے جو سوال دیا ہے اس کا جواب بالکل نہ ہونے کے برابر ہے۔ میرا خیال ہے کہ وزیر موصوف نے نہ تو اس کا وزٹ کیا ہے، نہ ہی انہوں نے زمینی حقائق دیکھے ہیں۔ محکمے نے جو کچھ لکھ کر دیا ہے وہ انہوں نے پڑھ کر سنا دیا ہے یا تو آپ یہاں پر ایسے سوال discuss کرنے کی اجازت ہی نہ دیں۔ ہمارا مقصد یہاں پر صرف تنقید کرنا نہیں ہے بلکہ حکومت کو inform اور identify کرنا ہے کہ فلاں علاقے میں یہ مسئلہ ہے وہ میرا کوئی ذاتی حلقہ نہیں ہے وہ ہم سب کا حلقہ ہے بلکہ پورا پاکستان زراعت سے منسلک ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ! آپ سوال پر رہیں۔ آپ کیا کہنا چاہتی ہیں؟ visit کو چھوڑیں، جو سوال ہے اس کے بارے میں بات کریں۔

محترمہ ثمینہ نوید (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میں سوال تو تب کروں جب مجھے اس کا تسلی بخش جواب ملے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ کو کس بات پر اعتراض ہے وہی آپ point out کریں۔

محترمہ ثمینہ نوید (ایڈووکیٹ): میں وہی تو کہہ رہی ہوں کہ جب یہ تفصیل سے جواب دیں گے ہی نہیں تو میں کیسے سوال کروں گی؟

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ! آپ جو پوائنٹ raise کرنا چاہتی ہیں وہ کریں تاکہ اس کا جواب آپ کو ملے۔

محترمہ ثمینہ نوید (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میں نے سوال نمبر 7047 میں پوچھا ہے کہ کیا یہ درست ہے کہ 2000 سے لے کر 2004 تک فورڈ واہ نہر سے کتنے موگے منچن آباد میں بنائے گئے ہیں تو انہوں نے مختصر سا جواب دے دیا ہے کہ کوئی موگہ نہیں بنایا گیا، کوئی اس کی وجہ نہیں بتائی گئی کہ وہاں پر ضرورت نہیں ہے یا بنائیں گے یا کتنے بنائے گئے ہیں یا محکمہ کیوں نہیں بنا رہا؟ آپ اس کا جواب دیکھیں کہ انہوں نے یہ کہا ہے کہ 2000 سے لے کر 2004 تک کوئی موگہ نہیں لگایا گیا۔ کیا وہاں پر اریگیشن کا کوئی انتظام نہیں ہے، کیا وہاں زمین نہیں ہے، کیا وہاں آبادی نہیں ہے، کیا وہاں لوگوں کو پانی کی ضرورت نہیں ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ! کئی دفعہ یہ ہوتا ہے کہ پانی ایک بندی کی صورت میں جاتا ہے اس کا وہ ایریا چک بندی سے باہر ہوتا ہے اس میں وہ موگے نہیں دے سکتے۔ وہ وہاں دے سکتے ہیں جو کمانڈ میں ہوں۔

محترمہ ثمینہ نوید (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! یہ مجھے تفصیل بتا بھی سکتے ہیں لیکن انہوں نے مختصر ہی جواب دیا ہے کہ وہاں کوئی موگہ نہیں ہے۔ اس کے علاوہ آپ یہ دیکھیں کہ جز (ب) میں انہوں نے جواب دیا ہے کہ جو موگہ رقبے میں دیا گیا ہے وہ منظور شدہ ہے۔ مجھے یہ بتا دیں کہ یہ کب منظور ہوا تھا اس کی ذرا مجھے date بتا دیں۔ یہ موگہ آج سے چالیس سال پہلے بنا تھا اس کے بعد آبادی بڑھ گئی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ کونسے موگے کی بات کر رہی ہیں۔ آپ کے پاس کوئی آر ڈی نمبر ہے، کوئی نمبر بتائیں کہ فلاں موگے کا آر ڈی نمبر ہے، right ہے یا left ہے۔

محترمہ ثمینہ نوید (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! آپ جز (ب) دیکھیں کہ یہ درست ہے کہ بستی عظیم پورہ، بہکابودلہ موگہ پر رقبہ زیادہ ہے اور پانی کم ہے جس کی وجہ سے ٹیل تک پانی کم ہو جاتا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بستی چھوڑیں۔ آپ موگے کا آر ڈی نمبر اور right or left بتائیں تا کہ وہ آپ کو جواب دے سکیں۔ یہ تو ایک جنرل بات ہے، اس بستی کے آس پاس تو کئی موگے ہوں گے یا شاید نہیں ہوں گے۔ آپ صرف آر ڈی نمبر بتائیں۔

محترمہ ثمینہ نوید (ایڈووکیٹ): میں نام تو بتا رہی ہوں کہ وہ بہکابودلہ موگہ ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اس سے بات نہیں بنے گی، آپ کو آر ڈی نمبر بتانا ہوگا۔

محترمہ ثمینہ نوید (ایڈووکیٹ): چلیں۔ یہ اپنی information کے مطابق بتا دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، وزیر آبپاشی!

وزیر آبپاشی: جناب سپیکر! میں تھوڑی سی وضاحت کرنا چاہ رہا ہوں۔ محترمہ نے جو بات کی ہے میں ان کا سوال پڑھ دیتا ہوں۔ کیا یہ درست ہے کہ سال 2000 سے 2004 تک فورڈواہ نہر سے تحصیل منچن آباد میں نئے موگے بنائے گئے ہیں ان کی تعداد کیا ہے، کس کس موضع میں بنائے گئے ہیں اور موگہ جات پر موجود مالک رقبہ کا نام بھی تحریر کریں؟ اس کے جواب میں محکمے نے واضح کہا ہے کہ سال 2000 سے لے کر 2004 کے دوران نہر فورڈواہ سے تحصیل منچن آباد میں کوئی بھی موگہ نہیں لگایا گیا۔ بنیادی طور پر مسئلہ یہ ہے کہ یہ مین کینال ہے اور مین کینال پر 1995 سے اس وقت کی حکومت نے ڈائریکٹ موگہ جات پر پابندی لگا دی تھی اور وہ پابندی اب تک برقرار ہے اور مین کینال پر کوئی بھی موگہ جات نہیں لگائے جاتے۔ یہ مین کینال کی بات کر رہی ہیں، اگر یہ وضاحت کریں کہ کون سے مائینرز، کون سی distributory پر، کون سی آر ڈی پر ان کو موگہ چاہئے تو ان کو موگہ لگا دیا جائے گا۔

محترمہ ثمینہ نوید (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! ان سے پوچھیں کہ پابندی کب لگی تھی اور یہ کب ختم کرنے کا ارادہ ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ!وہ کہہ رہے ہیں کہ 1995 میں جب آپ کی حکومت تھی تو اس وقت اس پر پابندی لگائی گئی تھی۔

محترمہ ثمینہ نوید(ایڈووکیٹ):چلیں جناب!آپ کی حکومت یہ مہربانی کرے اور پابندی ختم کرتے ہوئے کچھ نہ کچھ اس پر غور کرے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ!میں آپ کو بتاتا ہوں کہ ایک مین کینال ہوتا ہے تو اس کے ساتھ کئی مائنیز نکل چکے ہوتے ہیں۔جو مائنیز نکل چکے ہوتے ہیں وہ جس ایریا کی آپ بات کر رہی ہیں وہ اس چک بندی میں آتا ہوگا ان کو موگے وہاں سے ملیں گے۔اب ڈبل موگے تو نہیں مل سکتے ایسا نہیں ہو سکتا یا وہ مائنیز سے موگہ لیں گے یا نہر سے لیں گے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر:ضمنی سوال۔

جناب ڈپٹی سپیکر:جی۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر:جناب سپیکر!گزارش یہ ہے کہ کچھ عرصہ پہلے میں ایک غریب آدمی جس کی چار ایکڑ زمین تھی اور پانی sanctionکروانے کے حوالے سے ایکسیئن کے پاس گیا اور اس نے بڑے اچھے طریقے سے میری بات سنی۔اس کے بعد اس نے بڑے دکھ کا اظہار کیا اور کہا کہ آپ چار ایکڑ زمین کے زمیندار کے لئے پانی لینے کے لئے آئے ہیں لیکن ہم پانی نہیں دے سکتے،ہم چار صفحے کا نوٹ لکھ کر واپس بھیجیں گے۔اس نے کہا کہ المیہ یہ ہے کہ یہاں جرنیلوں کو جو دو دو مربعے الاٹ ہوتے ہیں ان کے لئے ہمیں یہ آرڈرز ہیں۔عملی طور پر جو میں بات کر رہا ہوں کہ پندرہ دن کے اندر اندر ان جرنیلوں کی زمینوں کو پانی دیا جانا چاہئے۔میں محکمے سے یہ التماس کروں گا کہ یہ ملک غریب کسانوں کا ہے نہ کہ ان جرنیلوں کا جو بار بار کمال مہربانی سے ملک کو فتح کر لیتے ہیں۔ہماری جو بہاولپور ڈویژن ہے اس میں جرنیلوں کی لائن لگی ہوئی ہے جن کو زمینیں الاٹ ہوتی ہیں اور وہ پندرہ بیس روز کے اندر پانی لے لیتے ہیں۔میں یہ درخواست کروں گا کہ اس سلسلے میں کوئی پالیسی بنائی جائے اور غریب کسانوں کو بھی پانی دینے کے لئے کوئی منصوبہ بندی کی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ڈاکٹر صاحب!کسی بہانے سے ان غریب کسانوں کو پانی مل تو جاتا ہے۔وہی کاشتکار ان جرنیلوں کی زمینیں کاشت کرتے ہیں تو وہ خوش ہیں اور ان کو پانی مل رہا ہے۔آپ ان کی روزی کے پیچھے کیوں لگے ہوئے ہیں؟

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، جاوید صاحب!

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میں محکمہ انہار کے بارے میں سوالات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک اور مسئلے کی طرف نشاندہی کرنا چاہتا ہوں کہ آج کل نہروں کی پٹڑیوں کے اوپر مٹی ڈالی جا رہی ہے۔ اس کے ٹھیکے اربوں روپے میں دیئے گئے ہیں۔ ہمارے علاقوں میں جن نہروں پر یہ مٹی ڈالی گئی ہے یہ صحیح طریقے سے نہیں ڈالی گئی نہ تو وہ دور سے لائی گئی ہے بلکہ قریب سے اٹھائی گئی ہے اس طرح وہ پٹڑیاں اور خراب ہو گئی ہیں۔ ہمارے ایس ای صاحب نے اس کا نوٹس لیا ہے لیکن مجھے پتا چلا ہے کہ یہ ان کے اختیار میں نہیں آتا۔ محکمہ کے افسران بھی تشریف فرما ہیں، وزیر صاحب بھی تشریف رکھتے ہیں میں ان کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ ہماری گورنمنٹ کا جتنا اچھا منصوبہ ہے، پہلی دفعہ پٹڑیوں کی دیکھ بھال کے لئے یہ پروگرام شروع ہوا ہے اس کی پوری طرح سے نگرانی کی جائے تاکہ اربوں روپے کے فنڈز ضائع نہ ہوں بلکہ نہروں کی حفاظت ممکن ہو سکے اور قریبی آبادیوں کو کبھی کوئی خطرہ نہ رہے اور اس کی مٹی میں کوئی گھپلا نہ ہو۔

وزیر آبپاشی: جناب سپیکر! میں اس سلسلے میں عرض کرتا ہوں سب سے پہلے تو ڈاکٹر وسیم صاحب نے جو بات کی تھی کہ کوئی پالیسی بنائی جائے۔ میں عرض کروں کہ محکمہ نے already اس سلسلہ میں پالیسی بنائی ہے اور وزیر اعلیٰ صاحب نے اس سلسلہ میں ایک ہائی لیول کی میٹنگ کی تھی اور اس میں تمام CCA یعنی کہ Cultivation Command Area پر بین لگا دیا گیا۔ چاہے کوئی شخص کتنا ہی بااثر کیوں نہ ہو نیا رقبہ CCA میں شامل نہیں ہو سکتا۔ یہ رقبہ صرف اس صورت میں شامل ہو سکتا ہے کہ اس سلسلہ میں ایک کمیٹی بنا دی گئی ہے یہ کمیٹی examine کرے گی کہ urbanization یعنی کہ ساری حدود میں پانی آگیا ہے اور وہاں پر مکانات اور گھر وغیرہ بن گئے ہیں یا کالونیاں بن گئی ہیں تو اس urbanization کے بعد جو پانی بچے گا اس پانی کو مساوی طور پر تقسیم کیا جائے گا اس کے لئے ایک کمیٹی بنائی ہے۔ ان لوگوں کو مل سکتا ہے otherwise ڈاکٹر صاحب کوئی نشاندہی کریں کہ پچھلے دو سال میں بہاولپور میں جتنے رقبے الاٹ ہوئے ہیں ان میں سے کسی کو پانی دیا گیا ہے تو میں اس کی وضاحت بھی کر دوں گا کیونکہ ایسا کوئی بھی کیس ان دو سالوں میں نہیں ہوا۔ اس سے پہلے یہ روایت ضرور تھی کہ جب رقبے الاٹ ہوتے تھے تو ان کو پانی بھی دے دیا جاتا تھا لیکن اب ایسا کوئی کیس نہیں ہے کیونکہ پابندی لگ گئی ہے اور وہ examine ہوتا ہے ہماری

ہائی لیول کمیٹی ہے جو کہ اس کو examine کرتی ہے۔ اس میں اریگیشن کا سٹاف نہیں ہے بلکہ باہر کے نیوٹرل قسم کے لوگ اس کے ممبرز ہیں۔یہاں پر میرے فاضل رکن نے repair and maintenance فنڈز کے حوالے سے جو بات کی ہے اس سلسلہ میں میں عرض کروں گا کہ اس سے پہلے ہمارے repair and maintenance funds کی اتنی اچھے طریقے سے utilization نہیں تھی اور اس میں متعلقہ ایکسیئن صاحبان کی صوابدید تھی لیکن ہم نے اس سسٹم کو تبدیل کیا اور موجودہ حکومت نے نہری نظام کی بہتری کے لئے فنڈز کے سسٹم کو بہتر کیا اور جولائی میں یہ فنڈز جاری کر دیئے جاتے ہیں اور ستمبر میں پورا ورک پلان بنایا جاتا ہے اور جب نہروں کی بندی ہوتی ہے تو اس وقت نہروں سے متعلقہ کام کئے جاتے ہیں اور باقی کام سال بھر ہوتے رہتے ہیں۔ اس کے لئے ہم نے کینال ڈویژن کمیٹیاں بنائی ہوئی ہیں جو ان کاموں کو چیک کرتی ہیں اس کے علاوہ سیکرٹری اریگیشن اور وزیر اریگیشن کی ماہانہ میٹنگز ہوتی ہیں اور ہم ان کو چیک کرتے ہیں کہ ان کا کام ہو رہا ہے یا نہیں ہو رہا اور میں نے خود بھی جنوری میں سات اضلاع کا دورہ کیا اور خود بھی موقع پر جا کر works دیکھے۔ یہ جس work کی بات کر رہے ہیں میں اس کی رپورٹ بھی مانگ لیتا ہوں اور اگر ناقص کام ہوا ہے تو ہم پوری کارروائی کریں گے اور ہم نے ان رپورٹس پر انسپکٹرز بھیجے۔ ان انسپکٹرز کی رپورٹ پر ہم نے کارروائی بھی کی ہے اور صرف اور صرف سنگھ پورہ ڈویژن کے ایکسیئن سے لے کر سب انجینئرز تک کے تبادلے کر دیئے گئے ہیں اور ان کو OSD بنا دیا گیا ہے۔

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میں چودھری صاحب اور اپنی حکومت کو بھی appreciate کرتا ہوں کہ جنہوں نے اتنا اچھا منصوبہ شروع کیا اور جو کہ ہمارے دیہات اور ہماری زراعت کے لئے بہت اہم ہیں۔ میں انہیں دعوت دیتا ہوں کہ یہ اپنے سیکرٹری صاحب کے ساتھ ہمارے پاکپتن میں تشریف لائیں ہماری کھادر کینال اور پاکپتن کینال پر جو کام ہوا ہے اس کو visit کریں۔ اس طرح نہ صرف کوالٹی بہتر ہو جائے گی بلکہ قومی پیسا ضائع نہیں ہو گا۔ اس کے ساتھ ساتھ میں انہیں دعوت دینا چاہتا ہوں کہ ہمارے ہاں جتنے ریسٹ ہاؤسز ہیں ان کی renovation کے لئے بھی کچھ کریں، ان کے دفاتر کے لئے بھی کچھ کریں واقعی پہلے renovation یا maintenance میں ان دفاتر پر کبھی کوئی پیسا خرچ نہیں ہوا ان کی انتہائی بری حالت ہے۔ میں ان سے گزارش کرتا ہوں کہ ان کے آنے سے نہ صرف ہماری نہریں بہتر ہو جائیں گی بلکہ ساتھ ہی ساتھ ہمارے ریسٹ ہاؤسز کی حالت بھی بہتر ہو جائے گی۔ میں انہیں دعوت دیتا

ہوں کہ تشریف لائیں۔

محترمہ صغیرہ اسلام: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میں وزیر صاحب سے عرض کروں گی کہ ضلع شیخوپورہ میں ایک نہر جو کہ خان پور سے نکلتی ہے اور وہ نبی پورہ سے ہوتی ہوئی جب نہر کے پاس جاتی ہے۔ اگرچہ وہ چھوٹی نہر ہے اس سے نالوں کے ذریعے کھیتوں کو پانی دیا جاتا ہے اس میں بھل صفائی کے دوران بالکل صفائی نہیں ہوئی جس طریقے سے اس میں مختلف ڈبے، بوتلیں، جو چیزیں گند وغیرہ تھیں اسی طرح موجود ہیں۔ بھینسوں نے اس کے کنارے اس حد تک توڑ دیئے ہیں کہ پچھلے ایک ہفتہ پہلے کی بات ہے کہ ایک خاتون رکشا پر جا رہی تھی وہ نہر چونکہ سڑک کے ساتھ تک ٹوٹ چکی ہے وہ رکشہ اس نہر میں گر گیا۔ بغیر صفائی کے اس میں دوبارہ پانی چھوڑ دیا گیا ہے۔ میں وزیر صاحب سے کہوں گی کہ کم از کم ان سے پوچھیں کہ انہوں نے اتنی بڑی غفلت کیوں کی۔ وہ نہر اس حد تک ٹوٹ گئی ہے کہ اس کے کنارے سڑک کے ساتھ تک ملتے ہیں اور اکثر حادثات ہوتے رہتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، وزیر آبپاشی!

وزیر آبپاشی: جناب سپیکر! انہوں نے جو پوائنٹ آؤٹ کیا ہے میں اس پر بھی کارروائی کروں گا۔ میں نے ابھی بتایا ہے کہ شیخوپورہ میں، میں خود ذاتی طور پر گیا ہوں اور وہاں پر repair and maintenance کے جو کام ہو رہے تھے میں نے خود دیکھے اور وہاں کے ایکسین، ایس ڈی او سب انجینئرز کے تبادلے کر دیئے۔ سب انجینئر کو ڈی جی خان بھیجا اور ایکسین اور ایس ڈی او کو او ایس ڈی بنا دیا گیا۔ انہوں نے جو بات کی ہے بالکل بجا ہے ہم نے اس پر کارروائی کی ہے اور وہ پیسا بالکل محفوظ ہے ہم نے اس پیسے کی billing نہیں ہونے دی اور وہ پیسا utilize ہو گا کیونکہ ابھی پانی چل گیا ہے اور دوبارہ جب بندی ہو گی اس میں ہم مرمت کروا دیں گے۔

محترمہ خالدہ منصور: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! موگے کے حوالے سے میں وزیر صاحب سے سوال کرنا چاہ رہی ہوں کہ وہ موگے جو already زمینوں پر بنے ہوئے ہیں۔ آپ کے کیا رولز ہیں کہ ہمارے علاقے میں بہت سے کیسز چل رہے ہیں۔ کچھ لوگوں نے already جو موگہ ہے اس کے خلاف درخواست دی ہوئی ہے۔ تین چار سالوں سے چھوٹے زمینداروں کو بڑا مسئلہ بنا ہوا ہے۔ مجھے یہ بتائیں کہ کیا رولز ہیں کہ پہلا موگہ صحیح نہیں کہ دوسرے کی سفارش کی وجہ سے نئے موگے بنائے جا رہے ہیں اس طرح باقی زمینداروں کو نقصان ہوتا ہے۔ آپ بتائیں کہ اس کے کیا

رولز ہیں؟

وزیر آبپاشی: جناب سپیکر! کینال اینڈ ڈرینج ایکٹ کے سیکشن 68 کے تحت کارروائی ہوتی ہے اور جب applicant درخواست دیتا ہے تو اس پر ایس ڈی او اور ایکسیئن اس پر کارروائی کرتے ہیں اور اس پر دیکھا جاتا ہے۔ ایک کیوسک سے کم پانی دینے والے موگے پر ban ہے ایک کیوسک سے زیادہ پانی والے موگے کو لگایا جاتا ہے کیونکہ اس طرح اگر ہم جگہ جگہ موگہ جات لگانا شروع کر دیں تو پھر tail تک پانی نہیں پہنچ سکتا اس طرح پانی چوری کے خدشات زیادہ ہو سکتے ہیں۔ لہذا سیکشن 68 کے تحت ہی کارروائی عمل میں لائی جاتی ہے۔

جناب محمد یار مونکا: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: I welcome you back to Provincial Assembly. جی، فرمائیں!

جناب محمد یار مونکا: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال ہے کہ جواب کے جز (ب) میں فرمایا گیا ہے کہ موگہ رقبہ کے مطابق منظور شدہ پورا پانی حاصل کر رہا ہے۔ یہ موگہ بھی صحیح پانی دے رہا ہے لامحالہ محکمہ بڑا efficient ہے اور فورڈواہ ڈویژن میں سارے موگے پانی صحیح دے رہے ہیں۔ میرا سوال یہ ہے کہ کیا محکمہ مستقبل قریب میں remodeling کی آڑ میں ان موگوں کی چھیڑ چھاڑ کا ارادہ تو نہیں رکھتا۔

وزیر آبپاشی: جناب سپیکر! اس سلسلے میں، میں وضاحت کر دوں کہ کیونکہ ہمارے ممبر صاحب کا ضلع بہاولنگر سے تعلق ہے اور اس سلسلے میں عرض ہے کہ وہاں پر remodeling کے حوالے سے نہیں بلکہ وہاں پر کچھ ناجائز موگہ جات کی شکایات موصول ہوئیں۔ ان شکایات کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک ہائی لیول میٹنگ کی گئی جس میں ڈسٹرکٹ ناظم اور وہاں کے تحصیل ناظم اور ناظمین کے ساتھ ڈسٹرکٹ اسمبلی بہاولنگر میں تفصیلی بریفنگ لی گئی اور اس ساری منصوبہ بندی کے تحت ہم نے 4218 موگہ جات میں سے 273 موگہ جات کو درست کیا کیونکہ یہ tempered اور defective تھے ان کو درست کیا اور 503 موگہ جات کی remodeling کی تجویز دی گئی ان میں سے 77 کی ایڈجسٹمنٹ ہو گئی ہے اور بقایا پر کام جاری ہے جبکہ 126 موگہ جات کے بارے میں لوگوں نے عدالت سے stay لیا تھا جن میں سے 77 کا stay محکمہ نے ختم کروا کے ان کی

adjustment کر دی ہے اور ہمارے مانیٹرنگ یونٹ نے بھی اس بارے میں ہدایات جاری کی ہیں اور جب سے یہ سسٹم کمپیوٹرائزڈ کیا گیا ہے تو اس وقت سے ہم ان defective موگہ جات کو چیک کر کے درست کر رہے ہیں اور ہماری لاہور سے موبائل ٹیمیں چیکنگ کرنے کے لئے وہاں کے افسران سے مل کر انسپکشن کر رہی ہیں اور مجھے امید ہے کہ ٹیل تک پانی پہنچانے کا مشن پایۂ تکمیل تک پہنچ جائے گا۔

سید مجاہد علی شاہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، شاہ صاحب!

سید مجاہد علی شاہ: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں نے پچھلے سیشن میں اپنے حلقہ جلال پور پیر والا جو کہ ٹیل پر آتا ہے کے متعلق ایک چیز کی نشاندہی کی تھی کہ حکومت نے ایک پالیسی بنائی ہوئی ہے اور ban کیا ہوا ہے کہ باغات کے لئے پانی مہیا نہیں کرنا لیکن میں نے آپ کی وساطت سے وزیر آبپاشی چیمہ صاحب کو نشاندہی کی تھی کہ میرے حلقہ میں ایک بااثر شخص نے اپنے باغات کا پانی منظور کروایا ہے جبکہ اس کا باغ بھی موقع پر نہیں لگا ہوا جس پر انہوں نے یقین دہانی کروائی تھی کہ ہم اس کو کینسل کر دیں گے اور انشاء اللہ تعالیٰ مسئلہ حل ہو جائے گا اور انہوں نے مہربانی فرماتے ہوئے چیف انجینئر کو لیٹر لکھا کہ میں نے اسمبلی میں یہ promise کیا ہے اور آپ اس کو کینسل کر دیں مگر ابھی اس پر عملدرآمد نہیں ہوا۔ یہ اس ہاؤس کے ساتھ مذاق ہے لہذا میں دوبارہ گزارش کرتا ہوں کہ اس کو دیکھا جائے یا تو چیمہ صاحب بتائیں کہ باغات کے لئے پانی دیا جا سکتا ہے تو پھر ٹھیک ہے ہر کوئی اس کو بنوائے گا اور اگر انہوں نے ban لگایا ہوا ہے اور اس کے باوجود منظوری ہو رہی ہے تو پھر یہ زیادتی ہے کیونکہ وہ علاقہ پہلے ہی ٹیل پر واقع ہے اور لوگ سراپا احتجاج ہیں لہذا مہربانی فرما کر اس چیز کو واضح کریں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، وزیر آبپاشی!

وزیر آبپاشی: جناب سپیکر! ہاؤس میں یہ بات ہوئی تھی اور میں نے ان کی نشاندہی پر یہ directions دی تھیں۔ ان کی بات واقعی درست ہے کہ وہاں پر ملی بھگت سے یہ مسئلہ ہوا۔ وہاں کے متعلقہ ایس ای کی جواب طلبی کی گئی ہے اور اس کے خلاف کارروائی بھی کی جا رہی ہے۔ چونکہ ان کی نشاندہی پر میں نے ہدایت کی مگر اس کے بعد بینیفیشرز نے عدالت سے stay لے لیا تو اب یہ

معاملہ عدالت میں ہے اور جیسے ہی عدالت سے فیصلہ ہوا تو اس پر مزید کارروائی کی جائے گی۔

سید ناظم حسین شاہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، شاہ صاحب!

سید ناظم حسین شاہ: شکریہ۔ جناب سپیکر! وزیر موصوف نے فرمایا ہے کہ مجاہد علی شاہ صاحب نے ایک نکتہ اٹھایا ہے تو میری ایک سادہ سی بات ہے کہ محکمہ انہار پانی بیچتا ہے اور آبیانہ لیتا ہے یعنی جیسے ایک کسٹمرز اور شاپ کیپر والا معاملہ ہے۔ گزارش یہ ہے کہ جیسے چیمہ صاحب فرما رہے ہیں کہ ان کی پالیسی ہے کہ باغات کا پانی نہیں دینا تو میرا سادہ سا سوال یہ ہے کہ آگے بھی کاشتکار کو 30 فیصد پانی ملتا ہے اور 100 فیصد آبیانہ لیا جاتا ہے۔ جب باغات کے اوپر انہوں نے پانی نہیں دینا تو آبیانے کی شرح پھر کیوں بڑھائی جاتی ہے؟ وہ بھی پھر ویسے ہی ہونی چاہئے جیسے دوسری فصلوں کے لئے ہے یعنی باغ کے اوپر ڈبل یا ٹرپل آبیانہ لگ جاتا ہے۔ جب انہوں نے پانی نہیں دینا تو اس پر آبیانہ کیوں لگتا ہے؟ لہذا مہربانی کریں کیونکہ پہلے بھی کاشتکار کے ساتھ بہت ظلم ہو رہا ہے کہ وہ تمام ہی سہولیات سے محروم ہیں یعنی اگر آپ قرضہ دیں گے تو سرمایہ دار کے لئے اور پالیسی ہے اور کاشتکار جو کہ بنیادی طور پر یا اللہ تعالیٰ کی ذات اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ہے یا قدرت سے اسے یہ ڈیوٹی سونپی ہے کہ وہ ہر شے پیدا کرتا ہے مگر ہر شے پیدا کرنے کے باوجود بھی وہ ہر شے سے محروم رہتا ہے کیونکہ اس کے بچوں کو دیہات میں سکولنگ اچھی نہیں ملتی اور وہاں کے سٹینڈرڈ کو آپ ہم سے بھی بہتر جانتے ہیں کیونکہ آپ کا علاقہ تو بہت ہی ٹیل کے اوپر آ جاتا ہے اور پنجاب کی بھی ٹیل پر آ جاتا ہے تو اس لئے میری گزارش ہے کہ یہ بھی مہربانی کریں اور چیمہ صاحب کا background بھی یہی ہے کہ یہ ہمارے مسئلے ہم سے بھی بہتر طریقے سے جانتے ہیں اور بخوبی سمجھتے ہیں اس لئے مہربانی کر کے ہمارے اور کاشتکاروں کے ساتھ ہونے والی زیادتی کا بھی مداوا کیا جانا چاہئے۔ جب آپ نے پانی نہیں دینا تو آبیانہ بھی نہیں لگنا چاہئے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اب وقفہ سوالات ختم ہوتا ہے۔

وزیر آبپاشی: جناب سپیکر! میں بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھتا ہوں۔

وزیر صنعت: جناب سپیکر! میں بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بقیہ سوالات کے جوابات ایوان پر میز پر رکھ دیئے گئے ہیں۔

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

(جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)

گوجرانوالہ۔ پاور لومز کی تعداد اور صنعتی قرضوں کی تفصیل

*8956: محترمہ طلعت یعقوب: کیا وزیر صنعت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) ضلع گوجرانوالہ میں کتنی پاور لومز ہیں تحصیل وار تفصیل بیان کی جائے؟

(ب) پنجاب سمال انڈسٹریز کارپوریشن نے گوجرانوالہ میں کتنے صنعتی یونٹس کی ترویج و ترقی کے لئے 2003 تا2006 آسان اقساط پر قرضے دیئے؟

(ج) حکومت نے پاور لومز انڈسٹری کی بہتری کے لئے کیا اقدامات کئے ہیں اور آئندہ کا پروگرام کیا ہے؟

وزیر صنعت:

(الف) ضلع گوجرانوالہ میں قائم شدہ پاور لومز کی تعداد 1651 ہے جن میں تحصیل گوجرانوالہ میں1324، تحصیل کامونکی میں327 جبکہ تحصیل وزیر آباد اور تحصیل نوشہرہ ورکاں میں کوئی نہیں ہے۔

(ب) پنجاب سمال انڈسٹریز کارپوریشن نے ضلع گوجرانوالہ میں2003 تا2006 قرضہ سکیم کے تحت مبلغ14.037 ملین کے قرضے125 صنعتی یونٹس کو جاری کئے ہیں۔

(ج) حکومت پاکستان نے گزشتہ سالوں میں پاور لومز انڈسٹری کی بہتری کے لئے درج ذیل سہولیات مہیا کی ہیں۔

1۔ آرٹ سلک کی سمگلنگ باڑہ اور قبائلی علاقہ جات میں بذریعہ کمی ٹیرف ختم کر دی گئی ہے جو کہ ایک مستحسن قدم ہے۔ اب وہاں چلنے والی آرٹ سلک پاور لومز فیکٹریاں باقاعدہ Import کر کے خام مال استعمال کر رہی ہیں اور سمگلنگ بالکل ختم ہو گئی ہے۔

2۔ ٹیکسٹائل انڈسٹری پر سیل ٹیکس زیرو ریٹ کر دیا گیا ہے۔ اس طرح Import پر ڈیوٹی وغیرہ زیرو ریٹ پر کر دی گئی ہے۔ اس سے مقامی صنعت کو گزشتہ 30 سالوں کے بعد مقابلے کی آسانی مہیا کی گئی ہے، مقامی طور پر تمام پاور لومز انڈسٹری کو بڑھنے کا موقع ملا ہے۔ اب آرٹ سلکی انڈسٹری میں واٹر جٹ اور شٹل لیس لومز کی تنصیب کا رجحان زور پکڑ رہا ہے جس سے کپڑے کی کوالٹی بہتر ہو رہی ہے اور مقامی صنعت مقابلے کے قابل ہو رہی ہے۔

تحصیل منچن آباد، 2003 تا 2005، نہری پانی کی چوری کے واقعات اور حکومتی اقدامات

*7048: محترمہ ثمینہ نوید (ایڈووکیٹ) کیا وزیر آبپاشی ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) تحصیل منچن آباد میں نہری پانی کی چوری کے سال 2003 تا جون 2005 کتنے واقعات ہوئے اور ان واقعات پر کتنے مقدمات درج ہوئے؟

(ب) کیا یہ درست ہے کہ مذکورہ تحصیل میں پانی کی چوری عملہ کی ملی بھگت کے بغیر ناممکن ہے، یہی وجہ ہے کہ پانی چوری کے اکثر واقعات رپورٹ ہی نہیں ہوتے جس کی وجہ سے بااثر کسان دن دہاڑے اور کھلے عام پانی چوری کرتے ہیں اور ان کو کوئی پوچھنے والا نہ ہے؟

(ج) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت پانی چوری پر کڑی نظر رکھنے اور پانی چوری کرنے اور کروانے والوں کو کڑی سزا دینے کو تیار ہے؟

وزیر آبپاشی:

(الف) تحصیل منچن آباد میں فورڈ واہ ڈویژن اور صادقیہ ڈویژن میں نہری پانی کے چوری کے 500 واقعات ہوئے اور 500 مقدمات درج کرائے گئے۔

(ب) پانی کی چوری میں عملہ ملوث نہ ہے اور چوری پانی کے جملہ واقعات رپورٹ کئے جاتے ہیں۔

(ج) حکومت پانی چوری کرنے والوں پر کڑی نظر رکھے ہوئے ہے اور قانون کے مطابق کارروائی کی جارہی ہے۔

صنعتی بستی سندر کے پلاٹس کی الاٹمنٹ کی تفصیل

*8957: محترمہ طلعت یعقوب: کیا وزیر صنعت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ سندر رائیونڈ روڈ لاہور پر صنعتی بستی 112- ایکڑ پر محیط اپنی مدد آپ کے تحت قائم کی گئی ہے؟

(ب) کیا یہ درست ہے کہ مذکورہ صنعتی بستی کو ایکسپورٹ زون قرار دے دیا گیا ہے؟

(ج) کیا یہ درست ہے کہ مذکورہ صنعتی بستی مختلف قسم کی کیٹیگریز کے پلاٹس پر مشتمل ہے، اگر ہاں تو اس کی تفصیل کیا ہے اور جن افراد کو یہ پلاٹ الاٹ کئے گئے ہیں ان کے نام مع

پتاجات کیا ہیں؟

وزیر صنعت:

(الف) یہ درست ہے کہ سندر رائیونڈ روڈ لاہور پر صنعتی بستی "اپنی مدد آپ کے تحت" قائم کی گئی ہے، یہ صنعتی بستی 112 ایکڑ رقبے پر محیط ہے۔

(ب) یہ درست نہ ہے کہ مذکورہ صنعتی بستی کو ایکسپورٹ زون قرار دے دیا گیا ہے۔

(ج)

رقبہ	پلاٹس
4 کنال	55
2 کنال	110
1 کنال	170
10 مرلہ	9
	344

درج بالا پلاٹس کی بکنگ کر لی گئی ہے، تاہم ابھی تک الاٹمنٹ نہیں کی گئی البتہ سول ورک مکمل ہونے کے بعد بذریعہ قرعہ اندازی ان کی الاٹمنٹ کی جائے گی۔

آبیانہ کے فلیٹ ریٹ کے نفاذ سے پیدا شدہ مسائل اور حکومتی اقدامات

*7180: چودھری زاہد پرویز: کیا وزیر آبپاشی از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ حکومت نے کسانوں سے آبیانہ فلیٹ ریٹ کے مطابق -/160 روپے فی ایکڑ کے حساب سے وصول کرنے کے احکامات صادر کئے ہیں؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ یہ وصولی کاشتہ رقبہ کی بجائے کل رقبہ پر کسانوں سے زبردستی وصول کی جارہی ہے؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ صوبہ کے نہری علاقہ جات میں اکثر زمین نہری پانی سے سیراب نہیں ہوتی، کیونکہ کافی زمین پانی کے لیول سے اونچائی میں واقع ہے، مگر اس کے باوجود ان زمین کے مالکان سے بھی زبردستی آبیانہ وصول کیا جارہا ہے؟

(د) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت سابق طریق کار کے مطابق آبیانہ کی وصولی کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر آبپاشی:

(الف) موجودہ گورنمنٹ نے بڑے غور و خوض کے بعد سال 2003 میں پرانے اور پیچیدہ نظام آبیانہ کے متبادل کسان دوست، "فلیٹ ریٹ" کا نظام لاگو کیا۔ خریف کی فصل کے لئے -/85 روپے فی ایکڑ اور ربیع کی فصل کے لئے -/50 روپے فی ایکڑ یعنی سالانہ کل -/135 روپے وصول کیا جارہا ہے۔

(ب) چونکہ نہری پانی CCA کی بنیاد پر دیا جارہا ہے اس لئے فلیٹ ریٹ کی تشخیص فی ایکڑ درست ہے۔

(ج) گورنمنٹ نے پہلے ہی زمینی حقائق کو مدنظر رکھتے ہوئے کسانوں کو درج ذیل مراعات دے رکھی ہیں:۔

(i) ٹیل کے کاشتکاروں کو فلیٹ ریٹ میں 50 فیصد رعایت یعنی فصل خریف میں -/85 روپے کی بجائے 42.50 روپے اور فصل ربیع میں -/50 روپے کی بجائے -/25 روپے فی ایکڑ آبیانہ وصول کیا جائے گا۔

(ii) تھل ایریا کے چار اضلاع یعنی میانوالی، خوشاب، بھکر اور لیہ کو خصوصی پیکیج کے ذریعے فصل خریف میں -/30 روپے اور فصل ربیع میں -/10 روپے فی ایکڑ کی رعایت دی گئی ہے۔

(iii) جہاں کہیں نہری پانی نہیں پہنچ رہا وہاں اس ضمن میں تشکیل دی گئی کمیٹی (Canal Division wise) سے رجوع کر کے مکمل آبیانہ کی معافی حاصل کی جاسکتی ہے۔

(د) گورنمنٹ نے بڑی سوچ و بچار کے بعد پرانے پیچیدہ آبیانہ نظام کے متبادل کسان دوست فلیٹ ریٹ کا نظام لاگو کیا ہے، یہ آسان اور عام فہم بھی ہے، لہذا حقائق کی روشنی میں سابق طریق کار کی دوبارہ بحالی قابل پذیرائی نہ ہے۔

ضلع فیصل آباد۔ ٹیوٹا کے زیر انتظام اداروں سے متعلقہ تفصیل

*9128: محترمہ نور النساء ملک: کیا وزیر صنعت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) ضلع فیصل آباد میں ٹیوٹا کے زیر کنٹرول کتنے ادارے قائم ہیں؟

(ب) کیا یہ درست ہے کہ یہ ادارے فیصل آباد کی آبادی کے لحاظ سے کم ہیں؟

(ج) ان اداروں میں منظور شدہ اور خالی اسامیوں کی تعداد بیان فرمائیں؟

(د) ان اداروں میں زیر تعلیم بچوں کی تعداد کیا ہے؟

(ہ) کیا یہ درست ہے کہ ان اداروں میں کئی اسامیاں عرصہ دراز سے خالی ہیں؟
(و) تو کیا حکومت ان اداروں میں خالی اسامیوں کو پر کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر ہاں تو کب تک، نہیں تو وجوہات سے ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

وزیر صنعت:

(الف) ضلع فیصل آباد میں ٹیوٹا کے زیر کنٹرول کل 17ادارے قائم ہیں۔
(ب) جی ہاں! یہ درست ہے کہ یہ ادارے آبادی کے لحاظ سے کم ہیں لیکن ٹیوٹا موجودہ اداروں کو بہترین طریقے سے چلاتے ہوئے لوگوں کی فنی اور تکنیکی ضروریات کو پورا کر رہا ہے اور اس لئے ان اداروں میں ڈبل شفٹ بھی چلائی جا رہی ہے، ضلع فیصل آباد کی تمام تحصیلوں میں ٹیوٹا کے انسٹیٹیوٹ کام کر رہے ہیں اس سال مندرجہ ذیل ادارے بن رہے ہیں۔
1۔ سمندری میں گورنمنٹ ٹیکنیکل انسٹیٹیوٹ قائم کیا جا رہا ہے۔
2۔ گورنمنٹ ٹیکنیکل ٹیچر ٹریننگ انسٹیٹیوٹ فیصل آباد میں مکینیکل ٹیکنالوجی کا آغاز ہو رہا ہے۔
علاوہ ازیں بجٹ اور علاقے کی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے مستقبل میں مزید ادارے بھی قائم کئے جائیں گے۔
(ج) ان اداروں میں منظور شدہ اسامیوں کی تعداد 643 ہے جن میں 68اسامیاں خالی ہیں 25اسامیاں بذریعہ پروموشن پر کی جا رہی ہیں اور 43اسامیاں نئی بھرتی کر کے پر کی جائیں گی۔
(د) ان اداروں میں زیر تعلیم بچوں کی تعداد 5954ہے۔
(ہ) یہ درست نہیں ہے۔
(و) ٹیوٹا نے اپنے قیام کے بعد سے اپنے اداروں میں نوجوان اور پر عزم اساتذہ بھرتی کرنے کا عزم کیا ہوا ہے اور سال 2002 سے مرحلہ وار بھرتی کی جا رہی ہے، موجودہ خالی اسامیاں بھی رواں سال میں پر کر لی جائے گی۔

ضلع فیصل آباد، راجباہوں / مائنر کے نام، گنجائش اور کنکریٹ لائننگ سے متعلقہ تفصیل

*7542: ملک اصغر علی قیصر: کیا وزیر آبپاشی از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) ضلع فیصل آباد میں کتنے راجباہ اور مائنر ہیں، ان کے نام اور ان سے کتنے ایکڑ زرعی زمین سیراب ہو رہی ہے؟
(ب) ان مائنر اور راجباہوں میں سے کتنے کی کنکریٹ لائننگ کی گئی ہے اور کتنے کی ابھی تک کنکریٹ لائننگ نہ کی گئی ہے؟
(ج) جن راجباہ اور مائنر کی کنکریٹ لائننگ نہ کی ہے، ان کے نام اور ان کی کنکریٹ لائننگ کے لئے کتنی رقم درکار ہے؟
(د) کیا حکومت باقی ماندہ کی کنکریٹ لائننگ کا ارادہ رکھتی ہے، اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر آبپاشی:

(الف) ضلع فیصل آباد میں کل 156 راجباہ / مائنر ہیں جن کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔
(ب) ان مائنر اور راجباہوں میں سے 37 راجباہوں کی کنکریٹ لائننگ کی گئی ہے اور 119 راجباہوں اور مائنر کی کنکریٹ لائننگ نہیں ہوئی۔
(ج) 119 راجباہ / مائنر کی کنکریٹ لائننگ نہیں کی گئی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے ان راجباہوں / مائنرز کی کنکریٹ لائننگ کے لئے 2051.485 ملین روپے درکار ہیں۔
(د) حکومت لوئر چناب کینال کی remodeling اور جاپان حکومت کے تعاون سے علاقہ کی تقریباً تمام نہروں کو پختہ کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔

گوجرانوالہ۔ سال 2004-05، محکمہ آبپاشی کو فراہم کردہ رقم اور خرچ سے متعلقہ تفصیل

*7591: چودھری زاہد پرویز: کیا وزیر آبپاشی از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) مالی سال 2004-05 کے دوران گوجرانوالہ میں محکمہ آبپاشی کو کتنی رقم فراہم کی گئی تھی؟
(ب) کن کن ترقیاتی اور غیر ترقیاتی اخراجات پر یہ رقم خرچ ہوئی؟

(ج) جن ترقیاتی منصوبوں پر رقم خرچ ہوئی ان کے نام اور تخمینہ لاگت کی تفصیل فراہم کی جائے؟

(د) اس میں سے جو رقم ڈیزل/پٹرول وغیرہ پر خرچ ہوئی اس کی تفصیل فراہم کی جائے؟

وزیر آبپاشی:

(الف) مالی سال05-2004 کے دوران ضلع گوجرانوالہ کو-/7,64,00,000 روپے کی رقم فراہم کی گئی۔

(ب) تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(د) تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

پنجاب اریگیشن وڈرینج اتھارٹی لاہور۔06-2005 کے بجٹ اور خرچ کی تفصیل

*7770: ملک اصغر علی قیصر: کیا وزیر آبپاشی ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) PIDA پنجاب اریگیشن وڈرینج اتھارٹی لاہور کو مالی سال06-2005 میں کتنی رقم حکومت کی طرف سے فراہم کی گئی ہے؟

(ب) اس میں کتنی رقم ترقیاتی اور کتنی غیر ترقیاتی اخراجات کے لئے ہے، تفصیل الگ الگ دی جائے؟

(ج) آج تک ماہانہ کتنی رقم ترقیاتی اخراجات پر خرچ ہوئی ہے، ان ترقیاتی منصوبوں کے نام، تخمینہ لاگت اور جگہ کی تفصیل بیان فرمائیں؟

(د) کتنی رقم آج تک سرکاری ملازمین کی تنخواہوں اور ٹی۔اے/ڈی۔اے کی ادائیگی پر خرچ ہوئی ہے؟

(ہ) آج تک کتنی رقم M.D کے زیر استعمال گاڑیوں کی مرمت اور تیل پر خرچ ہوئی ہے؟

وزیر آبپاشی:

(الف) 06-2005 کے دوران نیشنل ڈرینج پروگرام (این ڈی پی) کے تحت صوبائی معاون نے حکومت کی طرف سے ابھی تک 115 ملین روپے مہیا کئے ہیں جبکہ کل 245.9 ملین فراہم ہونگے۔

(ب) تمام ترقیاتی پراجیکٹ

ادارہ جاتی اصلاحات کے لئے	78.76ملین روپے
این ڈی پی پنجاب انجنیئرنگ ڈیزائن(PEDC) کے لئے	167.18ملین روپے
کل	245.94ملین روپے

(ج) مالی سال06-2005 کے دوران اب تک جو خرچ ہوئے اس کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔

نام	تخمینہ لاگت (برائے ایک سال)	مدت	اب تک جتنا خرچ ہوا 2005-06	جگہ
ادارہ جاتی اصلاحات کے لئے	76.76ملین	2سال	22.79ملین	زیادہ لوئر چناب کینال چشمہ رائٹ بنک کینال اور اریگیشن زونز
پنجاب انجینئرنگ	167.18ملین	2سال	100.61ملین	زیادہ تر ایل سی سی اور تمام/ڈیزائن کنسلٹنٹ پنجاب میں این ڈی پی ورکس
ٹوٹل	245.94ملین		123.4ملین روپے	

(د) مالی سال06-2005 کے دوران تاحال ملازمین اور ٹی اے/ڈی اے پر 12.1ملین روپے خرچ کئے گئے ہیں۔

(ہ) ایم ڈی پیڈا کے زیر استعمال کوئی گاڑی نہیں ہے۔

پنجاب اریگیشن وڈرینج اتھارٹی کے سال05-2004 کے بجٹ اور استعمال کی تفصیل

*7777:جناب سمیع اللہ خان:کیاوزیر آبپاشی ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) PIDA پنجاب اریگیشن وڈرینج اتھارٹی کو مالی سال06-2005 میں کتنی رقم فراہم کی گئی اور کتنی رقم اس ادارے کو اپنے ذرائع سے حاصل ہوئی؟

(ب) اس عرصہ کے دوران اس ادارے نے پنجاب میں جو جو ترقیاتی کام سرانجام دیئے ان کے نام، تخمینہ لاگت اور مدت تکمیل کی تفصیل فراہم کی جائے؟

(ج) اس عرصہ کے دوران اس ادارے کے بجٹ سے کتنی رقم گریڈ17 اور اوپر کے افسران کی تنخواہوں اور ٹی۔اے/ڈی۔اے پر خرچ ہوئی؟

(د) اس عرصہ کے دوران ادارے کے بجٹ سے جو گاڑیاں خرید کی گئیں، ان کے نام اور قیمت خرید کی تفصیل دی جائے؟

(ہ) اس عرصہ کے دوران اس ادارے کی گاڑیوں کے لئے کتنی رقم سے تیل / ڈیزل خرید کیا گیا؟

وزیر آبپاشی:

(الف)

1۔ پنجاب اریگیشن اینڈ ڈرینج اتھارٹی کو مالی سال 05-2004 کے دوران مجموعی طور پر 213.513 ملین روپے کے فنڈز نیشنل ڈرینج پروگرام کے تحت مہیا کئے گئے۔

2۔ اس ادارے کو اپنے ذرائع سے حاصل کردہ آمدنی میں ضلع بہاولنگر میں قائم شدہ تین کسان تنظیموں سے آبیانہ کی مد میں انچاس لاکھ ستر ہزار روپیہ بطور پیڈا شیئر حاصل ہوا جو کہ کسان تنظیموں نے سرکاری خزانے میں جمع کرایا۔ اس کے علاوہ ایک لاکھ 54 ہزار 8 سو چھ روپے کی دیگر آمدنی ہوئی۔

(ب)

نام	تخمینہ لاگت (ملین روپے)	خرچہ 05-2004 (ملین روپے)	مدت
پیڈا (ادارہ جاتی اصلاحات)	157.52	42.4	2سال
گراونڈ واٹر مانیٹرنگ اینڈ مینجمنٹ ان پنجاب ہائے ڈائریکٹوریٹ آف لینڈ ریکلیمیشن (GWM&MP)	31.56	10.3	21ماہ
پراجیکٹ مینجمنٹ آفس پنجاب بیراجز ریبلیٹیشن اینڈ موڈرنائزیشن پراجیکٹ (PMO-PBR&MP) پراجیکٹ کے آغاز کے ابتدائی چار ماہ	27.35	15.8	4ماہ
ڈیزائن اور سپرڈویژن کے ورکس، نیشنل ڈرینج پروگرام کے تحت بذریعہ نیسپاک (Nespak)	310.8	58.2	2سال
پنجاب پرائیویٹ سیکٹر گراونڈ واٹر ڈویلپمنٹ پراجیکٹ (PPSGD) الہ آباد سکارپ ٹیوب ویلز ٹرانزیشن	62.81	23.4	15ماہ

(ج) مالی سال2004-05 کے دوران ادارہ کے گریڈ17 اور اس سے اوپر کے افسران کی تنخواہوں اور ٹی اے /ڈی اے

1۔تنخواہیں	تقریباً16 ملین روپے
2۔ڈیلی الاؤنس	1.9 ملین روپے
3۔ٹی۔اے	0.3 ملین روپے

(د) پیڈا کے ذریعے پنجاب بیراجز ری ہیبلیٹیشن اینڈ ماڈرنائزیشن پراجیکٹ-PMO) (PBR&MP کی مندرجہ ذیل گاڑیوں کے لئے6.5 ملین فراہم کئے گئے۔(ٹیوٹا کرولا4 اور سوزوکی کلٹس کار5)

(ہ) مالی سال2004-05 کے دوران ادارہ کی گاڑیوں کے لئے تیل/ڈیزل کی خریداری پر 4.326 ملین روپے خرچ آئے۔

2003تا2006۔لاہور شہر سے گزرنے والی نہر کے بجٹ اور اخراجات

*7798: حاجی محمد اعجاز: کیا وزیر آبپاشی ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) لاہور شہر سے گزرنے والی نہر کی سالانہ مرمت کے لئے2003-04، 2004-05 اور2005-06 میں کتنی رقم مختص کی گئی تھی؟

(ب) ان سالوں کے دوران اس نہر کی سالانہ مرمت پر سال وار کتنی رقم کن کن کاموں پر خرچ ہوئی؟

(ج) ان سالوں کے دوران یہ نہر کس کس جگہ سے ٹوٹی ہے اور ہر دفعہ اس کی مرمت پر کتنی رقم خرچ ہوئی؟

(د) اس نہر کی دیکھ بھال کے لئے جو ملازمین اور افسران تعینات ہیں ان کے نام، عہدہ اور گریڈ کی تفصیل دی جائے، نیز ان سالوں کے دوران ان کو کتنی تنخواہ اور ٹی اے / ڈی اے دیا گیا ہے؟

(ہ) اس نہر کی دیکھ بھال کے لئے کتنے چوکیدار ہیں اور ان کے فرائض کیا ہیں؟

وزیر آبپاشی:

(الف) لاہور شہر سے گزرنے والی نہر کی سالانہ مرمت کے لئے مندرجہ ذیل رقم مختص کی گئی تھی۔

1۔ سال04-2003 4,28,000/-روپے
2۔ سال05-2004 5,00,000/-روپے
3۔ سال06-2005 3,29,000/-روپے

(ب) تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) ان سالوں میں نہر لاہور برانچ کسی جگہ سے نہیں ٹوٹی۔

(د)

نام	گریڈ	عہدہ	تین سالوں کی کل تنخواہ	ٹی اے/ڈی اے
1۔خالد جاوید مرزا	BPS-18	ایکسیئن	9,80,000/-	کوئی نہیں
2۔محمد عابد خان	BPS-17	ایس ڈی او	8,50,000/-	کوئی نہیں
3۔محمد یونس	BPS-11	سب انجنیئر	2,52,000/-	کوئی نہیں
4۔اصغر علی	BPS-11	سب انجنیئر	2,52,000/-	کوئی نہیں
5۔محمد علی ڈوگر	BPS-11	سب انجنیئر	2,52,000/-	کوئی نہیں
6۔محمد بشیر	BPS-4	مستری	1,44,000/-	کوئی نہیں
7۔محمد ظفر	BPS-4	مستری	1,44,000/-	کوئی نہیں
8۔محمد ارشد	BPS-4	مستری	1,44,000/-	کوئی نہیں
9۔محمد بشیر	BPS-1	بیلدار	1,30,000/-	کوئی نہیں
10۔نیامت علی	BPS-1	بیلدار	1,30,000/-	کوئی نہیں
11۔محمد اکرم	BPS-1	بیلدار	1,30,000/-	کوئی نہیں
12۔امانت علی	BPS-1	بیلدار	1,30,000/-	کوئی نہیں
3۔محمد امین	BPS-1	بیلدار	1,30,000/-	کوئی نہیں
14۔رانا دلاور	BPS-1	بیلدار	1,30,000/-	کوئی نہیں
15۔محمد اصغر	BPS-1	بیلدار	1,30,000/-	کوئی نہیں
16۔اعجاز احمد	BPS-1	بیلدار	1,30,000/-	کوئی نہیں

(ہ) محکمہ کے قواعد و ضوابط کے مطابق لاہور برانچ کینال پر چوکیدار کی کوئی اسامی نہ ہے۔

محکمہ آبپاشی میں تعینات امام و خطیب کے سکیل کا مسئلہ

*7926: جناب ارشد محمود بگو: کیا وزیر آبپاشی از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ محکمہ اریگیشن میں بطور امام و خطیب کی تقرری کے لئے بنیادی تعلیمی قابلیت عربی فاضل و درس نظامی ہونا ضروری ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ مذکورہ تعلیمی قابلیت کے حامل محکمہ تعلیم میں کام کرنے والے اساتذہ کرام کو سکیل نمبر 14 دیا جا رہا ہے جبکہ محکمہ اریگیشن کے امام وخطیب کو یہ سکیل نہیں دیا جا رہا ہے اور نہ انہیں ہائر ایجوکیشن کی بناء پر سپیشل انکریمنٹ دی جا رہی ہے؟

(ج) کیا حکومت محکمہ اریگیشن میں تعینات مذکورہ تعلیمی قابلیت کے حامل امام / خطیب کو بھی سکیل 14 دینے اور ہائر ایجوکیشن کی بناء پر سپیشل انکریمنٹ دینے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر آبپاشی:

(الف) محکمہ اریگیشن میں بطور امام وخطیب کی تقرری کے لئے سروس قوانین مرتب نہیں ہوئے تاہم تقرری کے وقت عربی فاضل اور درس نظامی کے حامل افراد کو ہی ترجیح دی جاتی تھی۔ بحکم محکمہ اوقاف اب کوئی دوسرا محکمہ امام وخطیب کی ریگولر بھرتی نہیں کر سکتا۔

(ب) متعلقہ محکمہ اوقاف ہے۔

(ج) متعلقہ محکمہ اوقاف ہے۔

صوبہ میں محکمہ انہار کے ریسٹ ہاؤسز سے متعلقہ تفصیلات

*7934: ملک محمد اقبال چنڑ: کیا وزیر آبپاشی ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

محکمہ انہار کے پاس صوبہ میں کتنے ریسٹ ہاؤسز ہیں اور ان کے پاس کتنی اراضی ہے، کتنے لوگ ناجائز قابض ہیں ریسٹ ہاؤسز کی آمدنی اور اخراجات سال 05-2004 کی تفصیل بتائیں؟

وزیر آبپاشی:

محکمہ آبپاشی میں کل 637 عدد ریسٹ ہاؤسز ہیں، جن کے زیر کل اراضی 4256 ایکڑ ہے، کوئی بھی ریسٹ ہاؤس پرائیویٹ قبضے میں نہ ہے۔ مالی سال 05-2004 کے دوران 24.37 ملین روپے خرچ ہوئے اور 0.825 ملین روپے کی آمدنی ہوئی۔

اریگیشن ورکشاپ بھلوال سے متعلقہ تفصیل

*7975: جناب سمیع اللہ خان: کیا وزیر آبپاشی ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) اریگیشن ورکشاپ بھلوال میں کون کون سے فرائض سرانجام دیئے جاتے ہیں؟

(ب) سال2004-05اور2005-06کے دوران اس ورکشاپ کی آمدن اور خرچ کی تفصیل دی جائے؟

(ج) اس ورکشاپ میں اس وقت کتنی اور کون کون سی مشینری ناکارہ پڑی ہوئی ہے؟

(د) سال2004-05کے دوران ورکشاپ نے کن کن اداروں اور محکمہ جات کی مشینری کی مرمت کی؟

(ہ) اس ورکشاپ میں گریڈ16اور اوپر کے ملازمین کے نام، عہدہ اور گریڈ کی تفصیل دی جائے؟

وزیر آبپاشی

(الف) اریگیشن ورکشاپ بھلوال میں گیٹس اینڈ گیئرنگ کا کام نیا یا پرانا برائے مرمت سرانجام دیا جاتا ہے۔

(ب) اریگیشن ورکشاپ میں سال2004-05کے دوران آمدن-/2464713روپے اور خرچ-/2385256روپے ہے۔ سال2005-06 کے دوران آمدن-/9207322 روپے اور خرچ-/4125618روپے ہے۔

(ج) ورکشاپ میں ناکارہ مشینری کی تفصیل درج ذیل ہے۔

فوک لفٹر ٹرالی(1)عدد، ہیکو لیتھ مشین سائز15فٹ 1 عدد، جنریٹر500KWایک عدد، ویگن نمبرID-15ایک عدد، پیکو واٹر پمپ سیٹ 8عدد، کمپیکٹرز ڈیزل انجن ایک عدد، سکول بس مزداSGA-6331، ٹرک نمبرSGA-3129، ٹرک نمبرSA-5187اور جیپ نمبر LHM-2170

(د) کسی ادارہ یا محکمہ کی مشینری کی مرمت نہیں ہوئی البتہ گیٹس اینڈ گیئرنگ (Gates and Gearing)کی تعمیر وتنصیب کی گئی۔ اس سال2004-05 کے دوران تونسہ بیراج، تریموں بیراج، ایل جے سی اور نادرن براج کے نئے گیٹوں کی تنصیب کی گئی۔ میلسی سائفن کے گیٹوں کی مرمت سرانجام دی۔

ایل جے سی (جنوبی)کے8 عدد نئے گیٹس(Gates)اور8 عدد گیئرنگ مشین کی مرمت وغیرہ کا کام کیا گیا۔

(ہ) اس ورکشاپ اریگیشن بھلوال میں گریڈ16 اور اس کے اوپر کے ملازمین کی تفصیل درج ذیل ہے۔

نام	عہدہ	گریڈ
1۔طارق رؤف قریشی	XEN	گریڈ نمبر18
2۔حبیب الرحمٰن	A.E	گریڈ نمبر17
3۔محمد صادق	A.E	گریڈ نمبر17

پھلینہ ڈیم تحصیل کلر سیداں راولپنڈی سے متعلقہ تفصیلات

*8109: بریگیڈیر(ر) محمد حسن: کیاوزیرآبپاشی ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ پھلینہ ڈیم تحصیل کلر سیداں میں بنایا جارہا ہے، اس ڈیم میں 80فیصد زمین یونین کونسل کری دلال موضع نوردلال تحصیل گوجرخان کی آرہی ہے؟

(ب) جن لوگوں کی زمین ڈیم میں آرہی ہے ان کو معاوضہ کب اور کتنا دیا جائے گا؟

(ج) ڈیم تقریباً80فیصد موضع نوردلال کی زمین پر بن رہاہے، کیااس کا نام نوردلال ڈیم رکھا جا سکتاہے؟

(د) اس ڈیم سے ایک نہر نکال کر8 کلومیٹر دور درکالی موری(کلر سیداں) کو فیڈ کرے گی کیا اس نہر سے چھوٹی نہر نکال کر موضع نوردلال اور بسلہ پھنگیالی جن کی زیادہ زمین ڈیم میں آئی ہے ان کو بھی سیراب کیا جاسکتاہے؟

(ہ) کیااس ڈیم کا موجودہ راستہ قبرستان نوردلال تاڈیم ہی مقرر کیا جاسکتاہے؟

وزیرآبپاشی:

(الف) درست ہے کہ پھلینہ ڈیم تحصیل کلر سیداں میں بنایا جارہاہے پھلینہ ڈیم جوابھی شروع ہواہے اس میں مندرجہ ذیل موضع جات کی زمین آرہی ہے۔

نمبر شمار	نام موضع	مرلہ	کنال	فیصد
1۔	درکالی موری	14	860	48
2۔	نوردلال	07	151	09
3۔	نتھ دلال	13	427	23
4۔	کورزادہ سواں	07	297	17
5۔	اراضی اشتمال	04	51	03

(ب) جن لوگوں کی زمین ڈیم میں آ رہی ہے انہیں معاوضہ متعلقہ سال کی اوسط بیع کے ایک سال کے مطابق گورنمنٹ قانون کے تحت دیا جائے گا نیز لینڈ ایکوزیشن ایکٹ مجریہ 1894 نوٹیفکیشن سیکشن ہو چکا ہے اور (4)17 اینڈ 6 زیر کار ہے اور زمین کی قیمت مالی سال 07-2006 گورنمنٹ کی منظوری کے بعد ادا کی جائے گی۔

(ج) جیسا کہ جز (الف) میں وضاحت کر دی گئی ہے کہ موضع نور دلال کی زمین ڈیم میں صرف اور صرف 9 فیصد آتی ہے۔ ڈیم کا نام جس نالہ پر تعمیر کیا جائے اس نالہ کے مطابق ڈیم کا نام تجویز کیا جاتا ہے جو کہ پھلینہ ڈیم تجویز ہو چکا ہے البتہ پھلینہ نور دلال ڈیم لکھا جا سکتا ہے۔

(د) نور دلال ڈیم اور بسلہ پھنگیالی سطح پانی سے بلندی پر واقع ہے۔ اس لئے یہ ڈیم کے رقبہ آبپاش سے باہر ہیں۔

(ہ) سرکاری راستہ جو کہ قبرستان سے گزر رہا ہے عارضی طور پر وہی استعمال ہو رہا ہے، متعلقہ زمینداروں سے باہمی صلاح و مشورہ سے مناسب راستہ تجویز کیا جائے گا، جو ہر لحاظ سے نزدیک ترین ہوگا، کیونکہ قبرستان میں سے راستہ مقرر نہیں ہو سکتا ہے۔

چک نمبر 86/9-L ساہیوال۔ دو فریقین میں پانی کی وارہ بندی کا مسئلہ

*8472: **ملک محمد اقبال چنڑ**۔ کیا وزیر آبپاشی از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) راجباہ 9-L لوئر باری دوآب کینال ساہیوال کے چک 86/9-L موگہ نمبر 744/L سے کتنا رقبہ کاشت ہوتا ہے اور فی ایکڑ کتنا پانی فراہم کیا جاتا ہے؟

(ب) کیا یہ درست ہے کہ اس موگہ کے مربع نمبر 27 اور دیگر رقبہ جات سے وارہ بندی ختم کر دی گئی ہے؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ مربع نمبر 27 کے دو فریق ہیں جن کا رقبہ 7۔ایکڑ دو کنال اور 7۔ایکڑ چار کنال ہے؟

(د) کیا یہ بھی درست ہے کہ وارہ بندی کے ختم ہونے سے جس فریق کا رقبہ 7۔ایکڑ دو کنال ہے، اس کو صرف دو گھنٹے 22 منٹ پانی فراہم کیا جاتا ہے اور جس کا رقبہ 7۔ایکڑ 4 کنال ہے اس کو نکال سمیت 6 گھنٹے پانی فراہم کیا جاتا ہے؟

(ہ) کیا یہ بھی درست ہے کہ اس تفریق کی وجہ سے پہلے فریق کا رقبہ پانی کی کمی کی وجہ سے بنجر اور بے کار ہو گیا ہے؟

(و) کیا حکومت اس تفریق کو ختم کر کے ان دونوں فریقوں کو پانی برابر کے حساب سے فراہم کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر آبپاشی:

(الف) راجباہ A-9لوئر باری دوآب کینال ساہیوال چک نمبر L-86/9موگہ نمبری 744-L/9L پر کل 455ایکڑ رقبہ کا پانی منظور شدہ اور اس کا آبیانہ تشخیص ہو رہا ہے موگہ ہذا کی وارہ بندی منظور شدہ نہ ہے جس کی وجہ سے فی ایکڑ پانی کا تعین ممکن نہ ہے۔

(ب) موگہ ہذا کی منظور شدہ وارہ بندی نہ ہے رقبہ مربع نمبر 27 و دیگر زرعی فارم محکمہ زراعت کا رقبہ ہے جس نے مزارعت پر دیا ہوا ہے۔

(ج) یہ درست ہے کہ مربع نمبر 27 میں دو فریقین ہیں اور دونوں مزارع ہیں اور مالک رقبہ محکمہ زراعت ہے۔

(د) موگہ ہذا کی وارہ بندی منظور شدہ نہ ہے اور نہ کبھی کسی حصہ دار کی طرف سے وارہ بندی مرتب کرنے کی بابت کوئی درخواست محکمہ کو موصول ہوئی ہے۔ تمام حصہ داران اپنے طور پر پانی لگا رہے ہیں۔

(ہ) دونوں فریقین کے پاس جو رقبہ مزارعت پر ہے، وہ محکمہ زراعت کی ملکیت ہے اور وہی اس کے متعلق حقائق فراہم کر سکتے ہیں۔

(و) محکمہ نہر کو درخواست بابت منظور شدہ وارہ بندی وصول ہونے پر تمام حصہ داران کو بمطابق رقبہ پانی فراہم کرنے کے لئے زیر دفعہ 68 کینال اینڈ ڈرینج ایکٹ کے تحت کارروائی کی جا سکتی ہے جب تک مالک اراضی حصہ داران موگہ کی طرف سے تحریری درخوست وصول نہ ہو یہ کارروائی ممکن نہ ہے۔

محکمہ آبپاشی ضلع لیہ میں گزشتہ تین سالوں کے دوران ملازمین کے خلاف کارروائیوں کی تفصیل

*8490: محترمہ زیب النساء قریشی۔ کیا وزیر آبپاشی از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) گزشتہ تین سالوں کے دوران ضلع لیہ میں کتنے ملازمین کے خلاف کرپشن اور اختیارات کے ناجائز استعمال کی شکایات موصول ہوئیں؟

(ب) ان ملازمین کے خلاف کی گئی کارروائی کی تفصیلات اور ان کے نام وپتاجات سے ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

(ج) محکمہ ہذا نے عوامی شکایات کے تدارک کے لئے کون کون سے اقدامات اٹھائے ہیں؟

وزیر آبپاشی:

(الف) گزشتہ تین سالوں میں درج ذیل ملازمین کے خلاف کرپشن اور اختیارات کے ناجائز استعمال کی شکایات موصول ہوئیں۔

1۔ سید منیر حسین شاہ ڈپٹی کلکٹر لیہ کینال ڈویژن لیہ۔

2۔ حبیب الرحمٰن ڈی سی آر لیہ ڈویژن لیہ۔

(ب) ان ہر دو ملازمین کے خلاف ایڈیشنل ڈائریکٹر انٹی کرپشن ملتان نے انکوائری کرنے کے بعد بذریعہ نمبرNo-ACE-MR(35-A)2005/16474 مورخہ 03-12-05 انکوائری کو(drop) کر دیا۔

(ج) محکمہ ہذا نے اس سلسلہ میں زیر سرپرستی سب ڈویژنل آفیسر بھاگل ون ونڈو آپریشن کا علیحدہ دفتر کھولا ہے۔ جس میں عوامی شکایات کا فوری تدارک کیا جاتا ہے۔

ڈی جی خان۔ موڑہ کے مقام پر بڑے ڈیم کی تعمیر

*8495: سردار فتح محمد خان بزدار۔ کیا وزیر آبپاشی از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ٹرائبل ایریا تحصیل ٹرائبل ایریا ڈیرہ غازی خان میں موڑہ کے مقام پر ایک بڑا ڈیم بنایا جا سکتا ہے جس میں پانی کا بہت بڑا ذخیرہ کیا جا سکتا ہے؟

(ب) اس ڈیم سے ٹرائبل ایریا اور سیرانی علاقہ تونسہ سے لے کر ارد گرد کے بہت بڑے علاقہ کوby gratis پانی مہیا کیا جا سکتا ہے؟

(ج) کیا حکومت اس سکیم پر عملدرآمد کرانے کا ارادہ رکھتی ہے؟

وزیر آبپاشی:

(الف) ڈی جی خان ٹرائیبل ایریا میں موڑہ کے مقام پر ڈیم تعمیر کرنے کے لئے تاحال کوئی انوسٹی گیشن نہ کی گئی ہے، اس جگہ ڈیم کی تعمیر کا فیصلہ تفصیلی سروے اور جیالوجیکل

انوسٹی گیشن کے بعد کیا جائے سکے گا۔

(ب) حتمی رائے تفصیلی سروے کے بعد ہی دی جا سکتی ہے۔

(ج) تفصیلی سروے اور جیالوجیکل انوسٹی گیشن کے بعد صحیح صورت حال سامنے آئے گی۔

تحصیل گوجر خان۔ موضع پوٹھی پنڈیاں کے مقام پر سمال ڈیم کی تعمیر

*8500: بریگیڈیر(ر) محمد حسن۔ کیا وزیر آبپاشی از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ضلع راولپنڈی تحصیل گوجر خان میں مندرہ سے مغرب کی طرف پوٹھی پنڈیاں کے پاس پانچ نالے اکٹھے ہوتے ہیں، کیا یہاں پر ڈیم بنانے کے لئے سروے کیا جا سکتا ہے؟

(ب) اگر feasible ہو تو یہاں ڈیم بنایا جا سکتا ہے اور یہ کب تک ممکن ہو سکتا ہے؟

وزیر آبپاشی:

(الف) مذکورہ سائٹ موہڑہ شیرہ گاؤں کے قریب واقع ہے جس کا موقع ملاحظہ جناب بریگیڈیر(ر) محمد حسن ایم پی اے علاقہ کے ہمراہ مورخہ 16-02-07 کو کیا گیا، ظاہری طور پر سائٹ ڈیم کی تعمیر کے لئے درست ہے لیکن ڈیم کی تعمیر کا فیصلہ تفصیلی سروے (Geological Investigation) کے بعد کیا جائے گا۔

(ب) مذکورہ ڈیم Feasibility Study میں تجویز کیا جا رہا ہے اگر feasible ہوا تو بعد منظوری اور فنڈز کی دستیابی پر تعمیر ہو گا۔

محکمہ آبپاشی میں ایکسینز کی اسامیوں اور تعینات آفیسرز کی تفصیل

*8506: محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری۔ کیا وزیر آبپاشی از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) محکمہ آبپاشی میں ایگزیکٹو انجینئرز کی منظور شدہ اسامیوں کی تعداد کتنی ہے اس وقت تعینات افسران کے نام، عہدہ، گریڈ اور تعلیمی قابلیت بیان فرمائیں؟

(ب) ان افسران کے سال 2004-05 اور 2005-06 کی تنخواہوں اور ٹی اے / ڈی اے کے اخراجات کی تفصیل فراہم کی جائے؟

(ج) ان افسران کے زیر استعمال سرکاری گاڑیوں کے نمبر اور ان کے مذکورہ سالوں کے مرمت اور پٹرول کے اخراجات کی تفصیل دی جائے؟

وزیر آبپاشی:

(الف) محکمہ انہار میں ایگزیکٹو انجینئرز(XEN,s) کی منظور شدہ اسامیوں کی تعداد139 ہے، جن میں اس وقت تین خالی ہیں۔

(ب) تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

ایکسیئن ڈرینج ڈویژن سرگودھا۔06-2004 کے فنڈز اور اخراجات کی تفصیلات

*8507: محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری۔ کیا وزیر آبپاشی ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) ایگزیکٹو انجینئر ڈرینج ڈویژن سرگودھا کا مالی سال05-2004 اور06-2005 کا فنڈ کتنا تھا؟

(ب) کتنا فنڈ ترقیاتی اور کتنا غیر ترقیاتی منصوبوں پر خرچ ہوا؟

(ج) ان سالوں کے دوران کتنی رقم اس دفتر کے ملازمین کی تنخواہوں اور کتنی رقم ٹی اے / ڈی اے پر خرچ ہوئی؟

(د) کتنی رقم سرکاری ملازمین کی گاڑیوں کی مرمت اور پٹرول / ڈیزل پر خرچ ہوئی؟

(ہ) اس عرصہ کے دوران انہوں نے جو ترقیاتی منصوبے مکمل کئے، ان کے نام، تخمینہ لاگت کی تفصیل دی جائے؟

(و) اس عرصہ کے دوران کتنی رقم کا خُورد بُرد اس دفتر کا پکڑا گیا؟

وزیر آبپاشی:

(الف)

	2004-05		2005-06
فنڈز	2,48,62,000/- روپے	فنڈز	3,26,17,456/- روپے

(ب)

ترقیاتی خرچہ	1,47,98,218/- روپے	ترقیاتی خرچہ	1,16,38,000/- روپے
غیر ترقیاتی خرچہ	99,64,138/- روپے	غیر ترقیاتی خرچہ	2,05,79,456/- روپے

(ج)

خرچہ تنخواہ	3,04,75,953/- روپے	خرچہ تنخواہ	3,40,04,891/- روپے
خرچہ ٹی اے/ڈی اے	1,73,377/- روپے	خرچہ ٹی اے/ڈی اے	1,98,101/- روپے

(د)

مرمت پر خرچہ	3,76,151/-روپے	مرمت پر خرچہ	2,88,331/-روپے
ڈیزل/پٹرول پر خرچہ	13,98,087/-روپے	خرچہ ٹی اے/ڈی اے	15,61,982/-روپے

(ہ) مندرجہ ذیل کام سالانہ ترقیاتی (اے ڈی پی) کے تحت کروائے گئے۔

2004-05	2005-06
نام منصوبہ	لاگت
1۔ کنسٹرکشن آف کاکاڈرین	11,38,000/-روپے
2۔ کنسٹرکشن آف ساہیوال ڈرین	41,00,000/-روپے

ضلع لیہ میں محکمہ انہار میں SE، XEN، SDOs اور اوورسیئرز کی اسامیاں اور تعینات افراد کی تفصیل

*8854: رانا سرفراز احمد خان: کیا وزیر آبپاشی ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) محکمہ انہار لیہ میں ایس ای، ایکسیئن، ایس ڈی اوز اور اوورسیئرز کی منظور شدہ اسامیاں کتنی ہیں؟

(ب) ان اسامیوں پر تعینات افراد کے نام، عہدہ، گریڈ، تعلیمی قابلیت اور ضلع لیہ میں عرصہ تعیناتی کی تفصیل فراہم کی جائے؟

(ج) ان میں سے کتنے افراد کے خلاف محکمانہ انکوائریاں کن کن الزامات کے تحت چل رہی ہیں؟

(د) ان میں سے کتنے افراد کا عرصہ تعیناتی اس ضلع میں تین سال سے زیادہ ہے اور ان کو یہاں سے ٹرانسفر نہ کرنے کی وجوہات سے ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

(ہ) ان ملازمین کو یکم جنوری 2003 سے آج تک کتنی تنخواہ اور ٹی اے، ڈی اے ادا کیا گیا ہے؟

وزیر آبپاشی:

(الف) محکمہ انہار لیہ ڈویژن لیہ منظور شدہ اسامیوں کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

نام اسامی	تعداد منظور شدہ اسامی
ایس ای	1
ایکسیئن	3
سب انجینئرز	15

(ب)

نمبر شمار	نام	عہدہ	گریڈ	تعلیمی قابلیت	عرصہ تعیناتی ضلع لیہ
1	ملک اصغر محمود	ایکسیئن	18	بی ایس سی (سول)	16-12-2000
2	محمد نواز	ایس ڈی او	17	بی ایس سی (سول)	25-02-1999
3	سلطان محمود	ایس ڈی او	17	بی ایس سی (سول)	29-12-2003
4	شیخ عبدالرشید	ایس ڈی او	17	تین سال ڈپلومہ (مکینیکل انجینئرنگ)	01-11-2006
5	محمد جہانگیر	سب انجینئر	11	تین سال ڈپلومہ (سول انجنیئرنگ)	28-03-1994
6	جاوید اقبال ولد فرزند علی	سب انجینئر	11	تین سال ڈپلومہ (سول انجنیئرنگ)	15-12-1980
7	ملک محمد حسین	سب انجینئر	11	تین سال ڈپلومہ (سول انجنیئرنگ)	12-11-2006
8	امجد علی	سب انجینئر	11	تین سال ڈپلومہ (سول انجنیئرنگ)	01-07-2003
9	محمد زمان	سب انجینئر	11	تین سال ڈپلومہ (مکینیکل انجینئرنگ)	05-08-1993
10	خلیل احمد	سب انجینئر	11	تین سال ڈپلومہ (سول انجنیئرنگ)	22-02-2007
11	جاوید اقبال ولد ولد اللہ دتہ	سب انجینئر	11	تین سال ڈپلومہ (سول انجنیئرنگ)	07-04-1990
12	منظور حسین	سب انجینئر	11	تین سال ڈپلومہ (سول انجنیئرنگ)	30-03-1994
13	محمد اصغر	سب انجینئر	11	تین سال ڈپلومہ (سول انجنیئرنگ)	03-01-2002
14	جاوید اقبال ولد محمد شفیع	سب انجینئر	11	تین سال ڈپلومہ (سول انجنیئرنگ)	21-07-2007
15	نسیم اختر	سب انجینئر	11	بچلر آف ٹیکنالوجی (B.Tech)	07-02-2004
16	محمد عزیز	سب انجینئر	11	تین سال ڈپلومہ (سول انجنیئرنگ)	28-04-2003
17	اظہر احمد	سب انجینئر	11	ماسٹر ڈگری ان کنسٹرکشن	22-04-2003

18	سلطان محمود	سب انجینئر	11	تین سال ڈپلومہ (سول انجینئرنگ)	22-09-2002
19	خالی پوسٹ	سب انجینئر	11	---	---

(ج) ان افراد میں سے کسی کے خلاف کسی بھی الزام کے تحت انکوئری نہیں چل رہی ہے۔

(د) عرصہ تعیناتی جز(ب) کے جواب میں درج ہے۔ ٹرانسفر مجاز افسران گورنمنٹ کی پالیسی کے مطابق کرتے ہیں۔

(ہ) تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

محکمہ آبپاشی کے سال 04-2003 کے سسپنس اکاؤنٹ سے متعلقہ تفصیل

*8902: رانا آفتاب احمد خان: کیا وزیر آبپاشی از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) مالی سال 04-2003 کے دوران محکمہ کو سسپنس اکاؤنٹ کی مد میں کتنی رقم فراہم کی گئی تھی؟

(ب) ان میں سے کتنی رقم اس سال کے دوران خرچ ہوئی اور کتنی رقم خزانہ سرکار میں سرنڈر کی گئی؟

(ج) یہ رقم جن منصوبوں پر خرچ ہوئی، ان کے نام اور تخمینہ لاگت کی تفصیل بتائیں؟

(د) کیا اس رقم کا آڈٹ ہوا تو کتنی رقم کے خُورد بُرد کا انکشاف ہوا؟

(ہ) اس خورد برد میں ملوث ملازمین کے نام، عہدہ، گریڈ اور موجودہ جگہ تعیناتی کی تفصیل نیز ان کے خلاف کیا قانونی اور محکمانہ کارروائی کی جا رہی ہے؟

وزیر آبپاشی:

(الف) مالی سال 04-2003 کے دوران مبلغ 400 ملین روپے کی سسپنس گرانٹ ملی۔

(ب) سسپنس کی تمام رقم خرچ ہوئی اور اس میں سے کوئی رقم سرنڈر نہیں کی گئی۔

(ج) یہ رقم ترقیاتی منصوبوں کی مد میں نہ تھی۔

(د) مالی سال 04-2003 کے دوران آڈٹ ہوا، لیکن ابھی تک کسی خورد برد کا انکشاف نہ ہوا ہے۔

(ہ) چونکہ مالی سال 04-2003 کے دوران خورد برد کا ابھی تک انکشاف نہ ہوا ہے۔ اس لئے ملازمین کے خلاف قانونی اور محکمانہ کارروائی نہیں کی گئی۔

سال04-2003 سیکرٹری آبپاشی کے احکامات پر سسپنس گرانٹ کے استعمال کی تفصیل

*8903: رانا آفتاب احمد خان: کیا وزیر آبپاشی از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ :۔

(الف) مالی سال04-2003 کے دوران سیکرٹری آبپاشی نے سسپنس گرانٹ سے کتنی رقم خرچ کی؟

(ب) اس سال کے دوران سیکرٹری آبپاشی کے احکامات کے تحت سسپنس گرانٹ کے تحت جو ترقیاتی منصوبے مکمل ہوئے ان کے نام اور تخمینہ لاگت کی تفصیل بتائیں؟

(ج) اس گرانٹ کی خرچ کے تحقیقات کروائی گئی تھیں تو کتنی رقم کے خُورد بُرد کا انکشاف ہوا؟

(د) اس رقم کے خورد برد کے سلسلہ میں متعلقہ ملازمین کے خلاف کیا قانونی اور محکمانہ کارروائی کی جارہی ہے؟

وزیر آبپاشی:

(الف) مالی سال04-2003 کے دوران سسپنس گرانٹ کی مد میں مبلغ400 ملین روپے ملے اور تمام رقم خرچ ہوئی۔

(ب) یہ رقم ترقیاتی منصوبوں کی مد میں نہ تھی۔

(ج) مالی سال04-2003 کا سالانہ آڈٹ ہوا لیکن ابھی تک کسی رقم کے خُورد بُرد کا انکشاف نہ ہوا ہے۔

(د) چونکہ مالی سال04-2003 کے دوران خُورد بُرد کا ابھی تک کوئی انکشاف نہ ہوا ہے۔ اس لئے ملازمین کے خلاف قانونی اور محکمانہ کارروائی نہیں کی گئی۔

دریائے سندھ سے ضلع لیہ تک حفاظتی بند کی تعمیر

*8910: جناب حفیظ اللہ خان: کیا وزیر آبپاشی از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ :

(الف) ضلع بھکر کے علاقہ کچہ میں دریائے سندھ کے کنارے پر جو بند سیلاب کے بچاؤ کے لئے باندھا گیا تھا اس کی لمبائی کتنی ہے؟

(ب) اس بند پر کتنی لاگت آئی تھی؟

(ج) کیا یہ درست ہے کہ ضلع بھکر میں دریائے سندھ کے کنارے تک مکمل بند باندھا گیا ہے جس کی وجہ سے ہر سال سیلاب کی وجہ سے کروڑوں روپے کی فصلوں اور مال مویشی کا نقصان ہوتا ہے؟

(د) کیا حکومت دریائے سندھ کے کنارے ضلع لیہ تک بند باندھنے کا ارادہ رکھتی ہے جس سے کسانوں کا ہر سال ہونے والا نقصان اور مال مویشی کا ضیاع رک جائے گا؟

(ہ) کیا حکومت نے علاقہ کچہ میں دریائے سندھ پر ضلع لیہ کی حدود تک بند کا سروے کیا ہے اس پر کتنی لاگت آئے گی؟

وزیر آبپاشی:

(الف) ضلع بھکر میں دریائے سندھ کے کنارے تعمیر شدہ بند کی لمبائی 42000 فٹ ہے۔

(ب) اس بند مع تین عدد سپر کی تعمیر پر مبلغ 213.066 ملین روپے لاگت آئی تھی۔

(ج) ضلع بھکر میں دریائے سندھ کے کنارے تک مکمل بند تعمیر نہیں ہوا جس حد تک بند بنایا گیا تھا وہاں نقصان نہیں ہو رہا۔

(د) ضلع بھکر میں تعمیر شدہ بند سے آگے ضلع لیہ تک بند بنانے کی تجویز زیر کارروائی ہے تاکہ پورے ضلع بھکر کو ہر سال دریائے سندھ سے ہونے والے نقصان کا ازالہ ہو سکے۔

(ہ) ضلع لیہ کی حد تک بند مع سپر بنانے کے لئے سروے کیا گیا ہے۔ اس پر مبلغ 851.847 ملین روپے کا تخمینہ لگایا گیا ہے۔

تحصیل پتوکی کے مواضعات میں نہری پانی کی کمی و بندش کا مسئلہ

*8932: رانا سرفراز احمد خان: کیا وزیر آبپاشی ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) یونین کونسل خانکے موڑ تحصیل پتوکی ضلع قصور اور یونین کونسل جمبر کلاں کے موضعات خانکے موڑ، جمبر، کوٹ راجہ اور ٹھٹھی اوتاڑ میں ٹھٹھی مائنر پر نہری پانی کی دستیابی عرصہ دو سال سے گرمیوں میں تقریباً بند ہے اس کی وجوہات کیا ہیں اور اس کمی کو دور کرنے کے لئے محکمہ کونسے اقدامات اٹھا رہا ہے؟

(ب) کیا مذکورہ مواضعات کے کسانوں کو واٹر ٹیکس سے مکمل چھوٹ دینے کے لئے محکمہ تیار ہے، اگر نہیں تو وجوہات بیان فرمائیں؟

وزیر آبپاشی:

(الف) مذکورہ مواضعات ٹھٹھی مائنر سے سیراب ہو رہے ہیں، بعض دفعہ نہر کے اوپر والے حصے میں پانی چوری کی وجہ سے ٹیل پر پانی کی کمی ہو جاتی ہے، جس پر محکمہ نے قواعد کے مطابق تاوان کیسز بنائے ہیں، محکمہ ناجائز پانی چوروں کو لاکھوں روپیہ تاوان ڈال چکا ہے اور محکمہ پولیس کو پرچہ جات بھی دیئے ہیں۔

(ب) نہر کی ٹیلوں پر پہلے ہی آبیانہ 50 فیصد وصول کیا جارہا ہے کیونکہ پانی کبھی کم ہوتا ہے، اس لئے مکمل چھوٹ ممکن نہ ہے۔

کامیاب امیدواران کی بطور "ضلعدار" تقرری، تنخواہ اور ٹریننگ سے متعلقہ تفصیل

*9164: ڈاکٹر سید وسیم اختر: کیا وزیر آبپاشی از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ :۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ پنجاب پبلک سروس کمیشن نے مئی 2004 میں درخواستیں طلب کر کے اگست / ستمبر 2005 میں محکمہ آبپاشی پنجاب کے چھ کینال زونز میں 74 "ضلعدار" (سکیل 14) بھرتی کی سفارش کی تھی لیکن اڑھائی سال کے پراسس کے باوجود ان کی تقرری نہیں ہوئی؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ محکمہ آبپاشی نے احکامات بطور "ضلعدار" کی بجائے "امیدوار ضلعدار" کر کے سولہ ماہ کی تین مراحل پر مشتمل پٹوار ٹریننگ کا پابند کیا ہوا ہے جبکہ رائج الوقت پنجاب اریگیشن ڈیپارٹمنٹ (ریونیو اسٹیبلشمنٹ پوسٹس) ریکروٹمنٹ رولز 1988 کے تحت ٹریننگ حذف کر دی گئی ہے؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ دوران ٹریننگ "تنخواہ" کی بجائے صرف "گزارا الاؤنس" ملتا ہے، جبکہ تنخواہ روکنے کی متعلقہ رائج الوقت رولز میں اجازت نہیں ہے؟

(د) کیا یہ بھی درست ہے کہ تیسرے مرحلہ میں غیر ضروری چار ماہ پٹوار ٹریننگ، محکمہ مال کے پٹواری سے بھی لینا ہوگی جو متروک رولز 1943 میں لاگو کی گئی تھی تب دونوں محکمے ضم تھے اور نائب / تحصیلدار و ضلعدار کا ایک دوسرے کی جگہ تبادلہ ہوتا تھا لیکن اب ایسا نہیں ہوتا اس لئے اس ٹریننگ کی ضرورت نہیں ہے؟

(ہ) کیا یہ بھی درست ہے کہ موجودہ حکومت کی طرف سے جدید "فلیٹ ریٹ آبیانہ" کے مختصر و سہل نظام کے نفاذ اور جناب وزیر اعلیٰ پنجاب کی طرف سے پٹواری کلچر کے خاتمہ کے احسن فیصلہ کے بعد نئے دور کا تقاضا ہے کہ طویل ٹریننگ کو مختصر کر کے ایک سال کی دو مراحل کی ٹریننگ میں بدل دیا جائے تاکہ ضلعداران آؤٹ آف ڈیٹ ٹریننگ میں وقت ضائع کرنے کی بجائے سرکاری خدمات سرانجام دے سکیں؟

(و) اگر درج بالا نکات درست ہیں تو محکمہ ریلیف دینے کے لئے کیا اقدامات کر رہا ہے؟

وزیر آبپاشی:

(الف) یہ درست ہے کہ پنجاب پبلک سروس کمیشن نے مئی2004 میں درخواستیں طلب کر کے ستمبر2005 میں محکمہ آبپاشی کے چھ کینال زونز میں74ضلعدار سکیل۔14 میں بھرتی کرنے کی سفارش کی تھی۔

دسمبر2005 ضلعداران کی تعیناتی کر کے ایکسیئن کینالز کے پاس برائے ٹریننگ پٹوار نہر (6ماہ) کے لئے بھیجا گیا۔

(ب) یہ درست ہے کہ ضلعداران کو محکمہ آبپاشی میں بطور امیدوار ضلعدار تقرری کر کے Manual of Administration Rules کے پیرا8.13 کے تحت 18ماہ کے درج ذیل طریق کار کے تحت پابند کیا جاتا ہے۔

1۔ ٹریننگ پٹوار نہر6ماہ اس کے بعد پٹوار نہر کا امتحان۔

2۔ پٹوار حلقہ کا کام6ماہ اور تکمیل کھتونی اور امتحان ضلعداری3پیپر۔

3۔ سول ٹریننگ محکمہ مال6ماہ بعد از ٹریننگ محکمہ مال سے سرٹیفکیٹ۔

(ج) یہ درست ہے کہ دوران ٹریننگ ضلعدار کو مروجہ قانون کے تحت گزارا الاؤنس سکیل14 کی بنیادی تنخواہ دی جاتی ہے۔

(د) درست ہے کہ مروجہ سول سروس رولز1963 کے تحت ضلعداران کے لئے محکمہ مال سے6ماہ ٹریننگ لینا ضروری ہے ان قوانین میں کوئی ترمیم نہیں کی گئی، یہ ٹریننگ محکمہ میں مال کا ریکارڈ تیار کرنا، محکمہ میں جائیداد کی حفاظت اور زمینداروں کے حق ملکیت کی حفاظت کے لئے بہت ضروری ہے اس لئے جاری رہنی چاہئے۔

(ہ) ضلعدار محکمہ انہار کا ذمہ دار اہلکار ہے جو کہ محکمہ اور اس کے زمینداروں کی جائیداد، حقوق ملکیت اور صحیح حقداران کا تعین کرتا ہے اس لئے اس کی ٹریننگ ضروری ہے اور جاری رہنی چاہئے۔

(و) جیسا کہ مندرجہ بالا سوالات کے جواب میں بیان کیا جا چکا ہے۔

محترمہ طلعت یعقوب: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، محترمہ!

محترمہ طلعت یعقوب: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بی بی! وقفہ سوالات ختم ہو چکا ہے لہذا آپ تشریف رکھیں۔ اگر آپ نے پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنی ہے تو کر سکتی ہیں۔

محترمہ طلعت یعقوب: جناب سپیکر! میں نے ایک ضمنی سوال کرنا ہے۔

تحاریک استحقاق

(کوئی تحریک پیش نہ ہوئی)

جناب ڈپٹی سپیکر: بی بی! وقفہ سوالات ختم ہو چکا ہے۔ اب تحاریک استحقاق لی جاتی ہیں۔ یہ تحریک راجہ محمد شفقت خان عباسی (ایڈووکیٹ) کی ہے اور ان کی طرف سے request آئی ہے کہ اس کو pending کیا جائے۔

تحاریک التوائے کار

جناب ڈپٹی سپیکر: اب ہم تحاریک التوائے کار شروع کرتے ہیں۔ پہلی تحریک التوائے کار نمبر 930۔ شیخ اعجاز صاحب کی ہے۔ جی، شیخ صاحب!

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر! یہ کل میں نے پڑھ دی تھی اور اس کے بعد پارلیمانی سیکرٹری صاحب نے وضاحت کرتے ہوئے on the floor of the House اس بات کو admit کیا کہ ہم نے غالباً 6 یا 12 کے قریب بتایا تھا کہ پرنسپل تعینات کئے ہیں جو پہلے لگے ہوئے تھے انہی کو extend کر دیا ہے اور اس کے بعد انہوں نے یہ بھی یہاں پر admit کیا کہ ہم نے مفاد عامہ کو مدنظر رکھتے ہوئے دو وائس چانسلروں کے کنٹریکٹ میں اضافہ کیا ہے اور وہ بڑے لائق فائق لوگ تھے اور اس

مفاد عامہ کو مد نظر رکھتے ہوئے ان کے کنٹریکٹ میں توسیع کی ہے۔ میرا تحریک التوائے کار دینے کا مقصد یہ ہے کہ مہنگائی کا ایک طوفان ہے اور لوگ اپنے بچوں کو "برائے فروخت" کا بورڈ لگا کر مارکیٹ میں لے کر آ گئے ہیں۔ موجودہ حکومت کے اتنے زیادہ کارنامے ہیں کہ لوگوں نے باہر اپنے بچوں کو فروخت کرنے کا بورڈ لگایا اور اس پر ظلم یہ ہے کہ آج جو لوگ قطار میں لگے ہوئے ہیں، جو 60 سال یا 55 سال کی عمر میں پہنچ چکے ہیں اور وہ اس بات کے متمنی ہیں یا ان کی یہ خواہش ہے کہ میں نے ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ کو یا کسی دیگر ڈیپارٹمنٹ کو ساری عمر serve کیا ہے اور اب میرا بھی موقع آئے گا کہ میں بھی کسی ڈیپارٹمنٹ کو head کر سکوں گا اور پارلیمانی سیکرٹری صاحب نے جب جواب دیا کہ ان کی ذہانت اور فطانت کے بل بوتے پر ان کے کنٹریکٹ میں ہم نے توسیع دی ہے تو میں موجودہ حکومت سے آپ کی وساطت سے پوچھنا چاہتا ہوں کیا جو لوگ (ق) میں ہیں، جن کا حق بنتا ہے اور جو پچاس سالوں سے اپنے اداروں کو serve کر رہے ہیں کیا وہ سارے لوگ نالائق ہیں؟ کیا ان کے پاس ذہانت اور تجربے کی کمی ہے؟ کہ ہم out of turn ان کو کنٹریکٹ basis پر توسیع دیتے جا رہے ہیں۔ میرا خیال ہے پارلیمانی سیکرٹری صاحب بھی یہاں سے غائب ہیں اور ایجوکیشن منسٹر بھی نہیں ہیں تو اس کو کل تک کے لئے pending کر لیں تاکہ وہ اس کا جواب دے دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: کل تک کے لئے اس کو pending کیا جاتا ہے۔ اگلی تحریک بھی شیخ اعجاز صاحب کی 931 ہے۔ جی، شیخ صاحب!

کریسنٹ شوگر ملز انتظامیہ کا محنت کشوں پر تشدد

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر! یہ تحریک التوائے کار نمبر 931 ہے۔ میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ وفاقی اور صوبائی حکومت نے 2006-07 کے بجٹ میں محنت کشوں کی کم از کم تنخواہ تین سے بڑھا کر چار ہزار کرنے کا اعلان کیا تھا۔ اس اعلان کے بعد مختلف صنعتی اداروں نے وقتاً فوقتاً اس اعلان پر عملدرآمد کرنا شروع کیا مگر کریسنٹ شوگر ملز فیصل آباد کے محنت کش اس اضافے سے محروم رہے اور انھوں نے اپنے حق کی خاطر کرشنگ سیزن کے آغاز پر تنخواہوں میں اضافہ کا مطالبہ کیا اور اس مقصد کے لئے ایک پرامن جلوس نکالا مگر مذکورہ ملز انتظامیہ

نے پرامن جلوس میں شامل محنت کشوں پر نہ صرف تشدد کیا بلکہ انہیں ملازمت سے ہی فارغ کر دیا۔کریسنٹ شوگر ملز کی انتظامیہ کی جانب سے محنت کشوں کی تنخواہوں میں اضافہ نہ کرنے، محنت کشوں پر تشدد کرنے اور پھر انہیں ملازمت سے برطرف کرنے پر متاثرہ محنت کشوں اوران کے اہلخانہ میں اور بالخصوص صوبہ بھر کے محنت کشوں میں بالعموم شدید اضطراب اور غم وغصہ کی لہر پائی جاتی ہے۔ لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، وزیر محنت!

وزیر محنت وافرادی قوت: جناب سپیکر! اس تحریک التوائے کار میں معزز ممبر نے کریسنٹ شوگر ملز فیصل آباد سے متعلق کم از کم اجرت کے نوٹیفکیشن کے مطابق کارکنان کو عدم ادائیگی اجرت، کچھ کارکنان کو ملازمت سے فارغ کرنے اور حالیہ کرشنگ سیزن کے آغاز پر ملز انتظامیہ کی جانب سے محنت کشوں پر تشدد کے واقعات کی نشاندہی کی ہے۔ اس ضمن میں گزارش ہے کہ لیبر ڈیپارٹمنٹ فیصل آباد کریسنٹ شوگر ملز میں پیدا شدہ صورتحال اور مزدوروں کے معاملات سے پوری طرح آگاہ ہے۔ گنے کے کرشنگ سیزن کے آغاز پر ملز انتظامیہ نے 87 کارکنان کو سابق روایت کے برعکس retention staff کے طور پر مراعات دینے سے معذوری ظاہر کی اور انہیں بطور سیزنل ورکرز ڈیوٹی پر لینے کا فیصلہ کیا۔

(اس مرحلہ پر جناب چیئرمین رائے اعجاز احمد کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب چیئرمین! اس پر چودہ کارکنان نے ڈیوٹی پر رپورٹ کر دی اور 73 کارکنوں نے انتظامیہ کے اس فیصلے کے خلاف احتجاج کیا، دوران احتجاج کارکنان پر تشدد کے واقعات کا حقیقت سے کوئی تعلق نہ ہے۔ مزدوروں کا احتجاج پرامن تھا جو کہ بعد ازاں محکمہ کی مداخلت اور ملز انتظامیہ کی اس یقین دہانی کے بعد ان کے خلاف کوئی انتقامی یا غیر قانونی کارروائی نہیں کی جائے گی retention staff کارکنان کی وہ قسم ہے جس کو ملز انتظامیہ روایتاً اور سیزن کے عرصہ کی نصف تنخواہ سیزن کے آغاز پر ادا کرتی ہے۔ ملز انتظامیہ کا مؤقف ہے کہ اب انہی کارکنان کو بطور retention staff رکھنے کی ضرورت نہ رہی ہے۔ 73 کارکنان نے انتظامیہ کے اس فیصلے کو لیبر کورٹ نمبر 4 فیصل آباد میں چیلنج کیا، معزز عدالت نے اپنے حکم مورخہ 02-12-06 کے ذریعے ان کارکنان کی درخواست کو منظور کرتے ہوئے ملز انتظامیہ کو ہدایت جاری کی کہ پٹیشنرز کو بطور ورکرز

ڈیوٹی پر رکھا جائے۔ لیبر کورٹ نمبر 4 فیصل آباد کے حکم کی روشنی میں 38 کارکنان نے بطور سیزنل ورکرز کریسنٹ شوگر ملز میں ڈیوٹی joinکر لی ہے مگر ان میں سے 28 کارکنان نے واجبات ریٹنشن ویجز اور بقایا تنخواہ کے مقدمات اتھارٹی پے منٹ آف ویجز ایکٹ 1936 کے تحت فیصل آباد میں دائر کئے ہیں جس میں آئندہ پیشی 12-03-07 مقرر ہے۔ 22 کارکنان کو ملز انتظامیہ نے ڈیوٹی پر لینے کی بجائے بقیہ واجبات وصول کرنے کو کہا جس پر یہ ورکرز دوبارہ لیبر کورٹ میں چلے گئے اور ان کے کیس وہاں زیر التواء ہیں، جن میں آئندہ پیشی اور مزید یہ کہ تین کارکنان نے ملز سے اپنے واجبات وصول کر لئے ہیں اور ملازمت سے فارغ ہو گئے ہیں جبکہ بقیہ 10 کارکنان نے تاحال نہ کوئی ڈیوٹی joinکی ہے اور واجبات کی وصولی کے لئے درخواست دی ہے اور نہ ہی دوبارہ عدالت سے رجوع کیا ہے۔ کم از کم اجرتوں کے نوٹیفکیشن کو ماہ اکتوبر 2006 میں یکم جولائی 2006 سے نافذ کر دیا گیا ہے جس پر ملز انتظامیہ عملدرآمد کر رہی ہے اور یہ کہ یکم جولائی 2006 سے اکتوبر 2006 تک اضافہ کی حد تک بقایاجات کی ادائیگی بھی کی جا چکی ہے۔

مندرجہ بالا گزارشات کی روشنی میں یہ بات عیاں ہے کہ محکمہ محنت کریسنٹ شوگر ملز فیصل آباد کے کارکنان کی قانون کے دائرے میں رہتے ہوئے ان کے جائز حقوق کے تحفظ کے لئے سرگرداں ہے۔ شکریہ

جناب چیئرمین: جی، شیخ صاحب!

شیخ اعجاز احمد: جناب چیئرمین! منسٹر صاحب کو جو پڑھا پڑھایا جواب موصول ہوا اور ڈیپارٹمنٹ نے ان کو جو لکھ کر بھجوا دیا ہے اور رٹا رٹایا جو یہاں پر جواب انھوں نے پڑھ کر سنا دیا ہے اس سے میں سمجھتا ہوں کہ موجودہ ڈیپارٹمنٹ اور موجودہ گورنمنٹ کا محنت کشوں کے ساتھ جو concern ہے، جو ہم اخبارات کے اندر کروڑوں روپے کے ماڈلنگ کے اشتہار دیتے رہتے ہیں کہ ہم اس مسئلے کو حل کر رہے ہیں، یہ پڑھا لکھا پنجاب ہے، اس دن بھی آپ نے یہاں ملاحظہ کیا تھا کہ ٹریژری بنچوں سے بے شمار دوستوں نے یہ شکایت کی کہ ہمارے علاقے میں یہ معاملات ہیں۔ دستی صاحب نے کل یہاں پر جو ایک مسئلہ اٹھایا وہ بھی اسی سے متعلقہ تھا کہ ڈیپارٹمنٹ کے جو آفیسرز ہیں، جو محنت کشوں کے ساتھ اور وزراء کے ساتھ کر رہے ہیں۔

جناب چیئرمین! میری گزارش یہ ہے کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ جو ملز انتظامیہ ہے یا کریسنٹ شوگر ملز ہے، نہ تو میری ان کے ساتھ کوئی ذاتی رنجش ہے، نہ منسٹر صاحب کی یہ اپنی ذاتی ملز ہے، بات تو یہ ہے کہ ہم لوگ جو یہاں پر بیٹھے ہوئے ہیں، لوگوں کے ووٹوں سے منتخب ہو کر یہاں پر بیٹھنے کا مقصد یہ ہے کہ ہم اس پنجاب اسمبلی کے اندر اگر کسی ملز ادارے یا صوبہ کے اندر یا صوبہ کے کسی شہر میں کوئی ظلم کسی پر بھی روا رکھا جاتا ہے تو اس کی بات کرنا ہمارا اولین فرض ہے۔ میں نے اس تحریک التوائے کار کو یہاں پر اسمبلی میں اس لئے جمع کروایا تھا تاکہ جو غریب، محنت کش لوگ ہیں ان کا کچھ بن جائے۔ منسٹر صاحب نے اپنے جواب میں خود اس بات کو تسلیم کیا ہے، آپ اندازہ کریں کہ ان کو جب تنخواہیں نہیں ملیں، جب ان کے بچے بھوکے مرنے لگے، ان کے گھروں کے چولہے بجھ گئے تو انھوں نے پھر وہ احتجاج کا راستہ اختیار کیا، وہ احتجاج جو آج پاکستان کے کوچے کوچے میں ہو رہا ہے، وہ احتجاج کرتے ہوئے روڈ کے اوپر آئے، انھوں نے روڈ بلاک کی، وہاں پر انتظامیہ آئی، پولیس آئی، انھوں نے ان سے وعدہ کیا اور بائیس کارکنان جو ہیں، ابھی ارشد محمود بگو صاحب نے ایک مسئلہ اپنے سوال میں اٹھایا تھا کہ سپریم کورٹ تک 1993 سے لے کر 2006 تک لوگوں نے کیس لڑا اور اس کے باوجود پھر جو ترقیاں دی گئیں ان میں اپنی من مانیاں کی گئیں۔ اب آپ اندازہ کریں کہ اگر حق لینے کے لئے ہمیں عدالتوں کے دروازے کھٹکھٹانے پڑیں، اگر ہمیں حق لینے کے لئے روڈز بلاک کرنی پڑیں تو پھر یہ جو پنجاب اسمبلی کا ایوان ہے اس کا اس میں کیا کردار ہے؟ میں یہ گزارش کروں گا کہ بائیس کارکنان کا انھوں نے کہا ہے کہ وہ نہ تو اپنی تنخواہیں لینے آئے ہیں اور نہ ہی انھوں نے کسی کورٹ سے رجوع کیا ہے یعنی ہم انتظار کر رہے ہیں کہ وہ بائیس کارکنان اب ملز مالک کے گلے پڑیں، وہاں پر لاء اینڈ آرڈر کی صورتحال پیدا ہو یا وہ کسی سے پیسے ادھار لے کر وکیل کو ہائر کریں، پھر وہ کورٹ میں جائیں تو پھر ان کو وہ حق ملے گا۔ میری یہ گزارش ہے کہ یہ بڑا اہم معاملہ ہے یا تو جو متعلقہ ان کے ڈیپارٹمنٹ کی سٹینڈنگ کمیٹی ہے اس کے سپرد کیا جائے یا فیصل آباد کے جو تین چار اراکین ہیں، ٹریژری بنچز میں سے بھی دو لے لیں ان کے سپرد کیا جائے۔ اس پر ایک سپیشل کمیٹی بنائی جائے تاکہ جن لوگوں کے ساتھ یہ ظلم روا رکھا جا رہا ہے ان کی دادرسی ہو سکے۔ اس کو ایسے نہ جانے دیا جائے کہ پندرہ بندے کورٹ میں چلے گئے ہیں، تین کو تنخواہیں مل گئی ہیں، بائیس ابھی تک حق لینے کے انتظار میں ہیں۔ ایک غریب آدمی میں کس طرح یہ سکت ہے کہ وہ بیچارہ ہزاروں روپے فیس دے کر اپنی ایک جائز تنخواہ واپس لینے کے لئے جائے۔ یہ بہت بڑا ظلم اور

زیادتی ہے۔ منسٹر صاحب کا جو جواب ہے اس سے نہ تو میں مطمئن ہوں اور نہ ہی یہ ہاؤس۔ میری یہ گزارش ہے کہ یا تو اس پر سپیشل کمیٹی بنائیں کیونکہ یہ کوئی حکومت کے خلاف تحریک التوائے کار نہیں ہے۔ ایک پرائیویٹ ادارہ ہے اس نے یہ زیادتی کی ہے تو لیبر ڈیپارٹمنٹ اور فوڈ ڈیپارٹمنٹ مل کر اس کا مسئلہ حل کروائیں۔

جناب چیئرمین: جی، رانا قاسم نون صاحب! آپ اس پر کیا فرمائیں گے ؟

وزیر محنت وافرادی قوت: جناب چیئرمین! میرا خیال ہے کہ فاضل ممبر کی کم علمی پر مجھے ہنسی آتی ہے۔ بات کریسنٹ شوگر ملز کی ہو رہی ہے تو یہ چلے گئے ہیں، پڑھا لکھا پنجاب، ہمارا خواب، دستی صاحب کا ریفرنس quote کر رہے ہیں۔ ان کی اگر کم علمی ہے تو اس میں میرا تو کوئی قصور نہیں ہے۔ He should improve himself دوسری بات یہ ہے کہ 78 بندے retention workers تھے، جو سیزنل ورکرز ہوا کرتے ہیں۔ ملز انتظامیہ کے ساتھ لیبر ڈیپارٹمنٹ نے مذاکرات کر کے دوبارہ ان کو وہاں پر adjust کرایا۔ جن میں سے 38 ورکرز واپس نہیں آئے۔ ان میں سے 22 کا کیس لیبر ڈیپارٹمنٹ نے facilitate کر کے لیبر کورٹ نمبر 4 فیصل آباد میں اپیل دائر کی، میں نے جس کے بارے میں فاضل ممبر کو مطمئن کرنے کی کوشش کی ہے لیکن یہ کسی صورت میں بھی مطمئن نہیں ہوتے۔ پتا نہیں ان کا مل انتظامیہ سے کوئی ذاتی طور پر جھگڑا ہے۔ بہر حال لیبر ڈیپارٹمنٹ نے اس حوالے سے اپنے فرائض بھرپور انداز سے سرانجام دیئے ہیں۔

جناب چیئرمین: شیخ صاحب! اگر آپ مطمئن نہیں ہیں تو آپ وزیر صاحب کے ساتھ ان کے چیمبر میں میٹنگ کر لیں۔

وزیر محنت وافرادی قوت: جناب والا! یہ میرے چیمبر میں آ جائیں میں انھیں اچھی طرح مطمئن کروں گا۔

جناب چیئرمین: شیخ صاحب! آپ وزیر صاحب کو ان کے چیمبر میں ملیں۔ وہاں یہ لیبر ڈیپارٹمنٹ کے متعلقہ افسران کو بلوا لیں گے۔ آپ ان کے ساتھ میٹنگ کریں اور پھر اس کی رپورٹ وزیر صاحب ایک ہفتے کے اندر اندر ایوان میں پیش کریں گے۔ اس وقت تک اس تحریک کو pending کیا جاتا ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 932، رانا مشہود احمد خان صاحب کی ہے۔ جی، رانا صاحب!

رنگ روڈ کو گلشن راوی سے گزارنے کے باعث ملحقہ آبادیوں میں کاروبار زندگی کا متاثر ہونا

رانا مشہود احمد خان: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ لاہور رنگ روڈ کے اصل منصوبہ کو نظر انداز کر کے اس کا رخ موڑ کر اسے گلشن راوی کے بیچوں بیچ مین روڈ سے گزارا جا رہا ہے۔ جس کے تباہ کن اثرات اس کے باسیوں پر قیامت ڈھانے والے ہیں۔ اس کی تفصیلات نے ہر کسی کے اوسان خطا اور نیندیں حرام کر رکھی ہیں۔ یہ تفصیلات کئی ماہ سے اخبارات میں بھی آ رہی ہیں۔ اس ترمیم شدہ نقشہ رنگ روڈ کی وجہ سے گلشن راوی مین روڈ پر واقع مکانات ہی زد میں نہیں آئیں گے بلکہ پوری سکیم اور اس سے ملحقہ بے شمار چھوٹی بڑی آبادیاں جس بری طرح سے متاثر ہوں گی وہ بیان کے قابل نہ ہیں۔ مین روڈ کو دونوں اطراف سے چوڑا کرنے کے لئے چالیس چالیس فٹ جگہ لی جائے گی اور سڑک کو چار فٹ اونچا کرنے کے بعد اس کے اوپر چار فٹ کی باڑ لگائی جائے گی یوں یہ سکیم دو حصوں میں تقسیم کر کے ایک حصے کا دوسرے حصے سے رابطہ منقطع ہو جائے گا۔ اس کی وجہ سے اس علاقہ کے طالب علموں، مریضوں اور اس کے رہائشیوں کے لئے مشکلات پیدا ہوں گی۔ خاص کر سکیم کے کاروباری مرکز (مون مارکیٹ) تک رسائی بلاک اے، ایف، جی، ایچ اور جے کے مکینوں کو یکسر ختم ہو جائے گی۔ اس کے علاوہ بنیادی سہولیات (بجلی، سوئی گیس، ٹیلیفون، سیوریج، واٹر سپلائی) کا موجودہ نظام درہم برہم کر کے ان کے از سر نو تعمیرات پر اربوں روپے کا اضافی بوجھ حکومت کو برداشت کرنا ہوگا جو کہ عوامی سرمایہ کے ضیاع کا مؤجب ہوگا۔ سیر و تفریح اور بچوں کے کھیل کود کے لئے موجود میدان اور پارک سکڑ کر چھوٹے ہو جائیں گے اور سڑک کے دوسری طرف کے بچوں کو اس سہولت سے محروم ہونا پڑے گا۔ لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب چیئرمین: جی، وزیر مواصلات و تعمیرات!

وزیر مواصلات و تعمیرات: شکریہ۔ جناب چیئرمین! رنگ روڈ کا موجودہ نقشہ ترمیم شدہ نہ ہے بلکہ حکومت پنجاب کا منظور کردہ نقشہ یہی ہے۔ اس کے مطابق رنگ روڈ کو گلشن راوی کے

درمیان میں سے گزارا جائے گا۔ سڑک کا مذکورہ حصہ آخری پیکیج ہے جو کہ منصوبہ کے phase-II میں رکھا گیا ہے۔ فی الحال اس کا ڈیزائن اور تفصیلات تیار نہ ہوئی ہیں تاہم یہ بات درست نہ ہے کہ سڑک کی تعمیر سے پوری گلشن راوی سکیم اور ملحقہ چھوٹی بڑی آبادیاں متاثر ہوں گی۔ رنگ روڈ کا یہ حصہ گلشن راوی کے مین روڈ سے گزرے گا جس کی لمبائی تقریباً 2.5 کلومیٹر ہے۔ سڑک کے دونوں اطراف سروس روڈ تعمیر کی جائے گی جو کہ دونوں طرف کی آبادیوں کو آمدورفت کی بہترین سہولت مہیا کرے گی۔ جہاں تک بنیادی سہولتوں کے نظام کا معاملہ ہے تو وہ بالکل درہم برہم نہ ہوں گی کیونکہ ان پراجیکٹس میں جہاں بنیادی سہولتوں میں تبدیلی درکار ہوتی ہے وہاں متعلقہ محکموں کو پہلے ہی ادائیگی کر دی جاتی ہے جو کہ نئی سروس مہیا کرنے کے بعد پرانی سروس کو منقطع کرتے ہیں۔ اس طرح صارفین کو کوئی دشواری پیش نہیں آتی۔ کاروباری مرکز مون مارکیٹ تک رسائی میں بھی کوئی دشواری نہ ہوگی کیونکہ سڑک کے دونوں ends پر وسیع inter change تعمیر کئے جا رہے ہیں جہاں سے ہر دو طرف رسائی کے لئے نہایت سہل راستے مہیا ہوں گے۔

جناب چیئرمین! ان کی تحریک التوائے کار کچھ مفروضوں پر مشتمل تھی، غلط اطلاعات پر انھوں نے یہ تحریک دی ہے جبکہ اصل صورتحال ایسی نہ ہے لہذا میں یہ گزارش کروں گا کہ اس تحریک پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ ایک بہترین پراجیکٹ ہے جسے مکمل survey کے بعد launch کیا گیا ہے۔ جب سیکنڈ فیز میں اس کا ڈیزائن تیار ہو گا تو ہم علاقے کے مکینوں اور عوام کو کسی صورت بھی مسائل کا شکار نہیں ہونے دیں گے۔ شکریہ

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! یہ رنگ روڈ کا مسئلہ پورے شہر کے لئے کافی وبال کا سبب بنا ہوا ہے۔ وزیر صاحب نے فرمایا ہے کہ یہ وہی نقشہ ہے جسے حکومت پنجاب نے منظور کیا ہے۔ اب حکومت پنجاب تو ہر دفعہ نیا نقشہ منظور کر لیتی ہے۔ اس رنگ روڈ کی جو original planning تھی اس کے مطابق اسے نہیں بنایا جا رہا بلکہ مختلف علاقوں میں قبضہ مافیا کو benefit دینے کے لئے پہلے زمینیں خریدی جاتی ہیں اور اس کے بعد رنگ روڈ کا نقشہ تبدیل کیا جاتا ہے۔ تحریک التوائے کار میں بڑی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے کہ اگر اس آبادی گلشن راوی کے درمیان سے رنگ روڈ گزرے گی تو یہ آبادی تقسیم ہو کر رہ جائے گی۔ رنگ روڈ ایسا مسئلہ ہے کہ جس کے اوپر گزشتہ ایک سال سے کافی hue and cry ہو رہی ہے۔ میری استدعا ہے کہ آپ اس تحریک التوائے کار کو in order قرار دیتے ہوئے اس معاملے پر دو گھنٹے وقت مختص فرما دیں تا کہ لاہور سے تعلق رکھنے

والے معزز ممبران خواہ ان کا تعلق حکومتی بنچز سے ہو یا اپوزیشن سے وہ اس پر بات کر سکیں۔ یہ ایک بڑا اہم مسئلہ ہے۔ حکومت وقت نے لاہور میں اپنا ایک قبضہ مافیا بنایا ہوا ہے۔ آپ کے علم میں ہے کہ پورے لاہور کے جتنے موضاجات ہیں ان کے تمام پٹواری سروں پر اپنے بستے اٹھا کر روزانہ شام کو گلبرگ میں حاضر ہوتے ہیں۔ وہاں پر یہ دیکھا جاتا ہے کہ کون سا رقبہ کس کے پاس ہے اور وہ کیسے حاصل کرنا ہے۔ ایک جرمن کمپنی Metro Cash and Carry کو یہ بند روڈ پر 120 کینال اراضی اونے پونے داموں میں دے رہے ہیں۔ نہ صرف یہ غیر ملکی کمپنیوں کو benefit دے رہے ہیں بلکہ ان کے ساتھ اپنے پرائیویٹ کاروبار، import & export کے کاروبار میں اضافہ چاہتے ہیں۔ یہ ہر قیمت پر لاہور کے شہریوں سے ارد گرد کی زمینیں جو کہ کافی مہنگی ہو گئی ہیں قبضہ مافیا کے ذریعے چھیننا چاہتے ہیں۔ یہ snatching کر رہے ہیں لہذا میں سمجھتا ہوں کہ اس کے اوپر سیر حاصل بحث ہونی چاہئے۔ انھوں نے یہ جو طوطا کہانی ابھی یہاں پڑھی ہے، جو کچھ ان کو لکھ کر بھیج دیا گیا ہے وہی انھوں نے یہاں پر پڑھ دیا ہے جس میں کوئی وزن نہیں ہے۔ رنگ روڈ قطعی طور پر اس original نقشے کے مطابق نہیں بن رہی جو کہ پہلے رنگ روڈ کے لئے بنا تھا۔ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے رنگ روڈ کے نقشے میں کوئی تبدیلی نہیں کی میں دعوے سے کہتا ہوں کہ انھوں نے ترمیم کی ہے۔ یہ categorically اس بات کو deny کریں۔ ایک بار نہیں بلکہ انھوں نے تو کئی بار اس رنگ روڈ کے نقشے میں ترامیم کی ہیں۔

جناب چیئر مین: جی، وزیر مواصلات و تعمیرات!

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب چیئر مین! مجھے رانا صاحب سے یہ توقع نہیں تھی کہ وہ بھی اتنے irrelevant جائیں گے۔ یہ گلشن راوی کے بارے میں ایک تحریک التوائے کار آئی ہے جبکہ یہ گھومتے گھماتے، سیر کرتے کرتے گلبرگ پہنچ گئے ہیں۔ اس کے بعد پھر ایک foreign company کا ذکر کر دیا ہے۔

رانا آفتاب احمد خان: آپ categorically اس کو deny کریں۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: رانا صاحب! میں نے آپ کی بات تحمل سے سنی ہے لہذا میں توقع کرتا ہوں کہ آپ بھی سنیں گے۔ رانا مشہود صاحب نے اپنی تحریک التوائے کار رنگ روڈ کے ایک مخصوص حصے کے بارے میں دی ہے، جس کے متعلق میں نے گزارش کر دی ہے۔ انھوں نے مفروضوں پر نشاندہی کی ہے۔ اب چونکہ رانا صاحب نے یہ بات کر دی ہے کہ اس کا پہلے بھی کوئی

نقشہ منظور ہوا تھا اور اب اس میں کوئی ترمیم کی گئی ہے تو میں جواباً عرض کرتا ہوں کہ یہ بالکل غلط بات ہے۔ اس سے پہلے نقشہ بنا اور نہ ہی کبھی کوئی ترمیم ہوئی ہے۔

جناب چیئرمین: وہ کہہ رہے ہیں کہ نقشہ تبدیل کیا گیا ہے۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب والا! تبدیل تو اس کو کیا جاتا ہے جو پہلے چیز بنی ہو۔ یہ نقشہ ہم نے ہی بنایا ہے اور اس سے پہلے کبھی نقشہ بنا ہی نہیں ہے۔ میں یہاں on the floor of the House کہتا ہوں کہ یہ نقشہ اس سے پہلے کبھی نہیں بنا۔

رانا ثناء اللہ خان: آپ تو ایک مخصوص حصے کی بات کر رہے ہیں جبکہ ہم نے کسی مخصوص حصے کی نشاندہی نہیں کی ہے۔ ہم تو رنگ روڈ کے نقشے میں تبدیلی کی بات کر رہے ہیں۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر! میں تو اس تحریک التوائے کار کے دائرہ کار میں رہتے ہوئے جواب دے رہا ہوں۔ میں نے عرض کیا ہے کہ اس حصے کا نقشہ پہلے کبھی تیار نہیں کیا گیا۔ تحریک التوائے کار میں جس حصے کا ذکر کیا گیا ہے اس وقت اسی کے بارے میں بات ہو گی اور میں اسی کے بارے میں جواب دے رہا ہوں۔ اب چونکہ رانا صاحب نے پوچھا ہے تو عرض کرتا ہوں۔ انھوں نے فرمایا ہے کہ پہلے جو نقشہ بنا تھا اس میں ترمیم کی گئی ہے۔ میں واضح طور پر کہتا ہوں کہ اس سے پہلے کوئی نقشہ نہیں بنا تھا۔ ہمیشہ رنگ روڈ کی باتیں ہوتی رہی ہیں، ہر حکومت آتی رہی ہے اور اپنی خواہشات و عزائم کا اظہار کرتی رہی ہے لیکن ان کو کبھی حوصلہ نہیں ہوا، وہ کبھی financial management کر ہی نہیں پائی۔ ان کی project management کی capacity نہیں تھی۔ یہ موجودہ حکومت نے پہلی دفعہ بنایا ہے اور اس میں کوئی ترمیم نہیں ہے۔ جو بنایا ہے اسے finalize کیا ہے پھر اس میں کوئی ترمیم نہیں کی گئی۔ لہذا میں استدعا کرتا ہوں کہ انھوں نے نشاندہی کرنی تھی جو کر دی اب اس تحریک التوائے کار کو dispose of کیا جائے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب چیئرمین! ہمارے پاس پہلے نقشے کی کاپی موجود ہے۔ انھوں نے اس میں ترمیم کی ہے۔

وزیر محنت و افرادی قوت: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! رانا ثناء اللہ خان صاحب نے بڑی سیر حاصل گفتگو کی اور اس میں مائیکرو کے حوالے سے بات کی ہے۔۔۔

رانا ثناء اللہ خان: مائیکرو نہیں میٹرو ہے۔

وزیر محنت و افرادی قوت: یہ تو خوش آئند بات ہے کہ ملک میں foreign investment آئی ہے۔ پہلی دفعہ ایگریکلچر مارکیٹنگ کو international recognition ملی ہے۔ مارکیٹ کے حوالے سے پرائیویٹ پبلک کا concept ہے کہ راوی لنک روڈ ایشیا کی سب سے بڑی منڈی ہے اور اس کے ساتھ ہی یہ سٹور بنا ہے اور یہاں سے ہماری زرعی پیداوار ملک سے باہر جائے گی اور ہم foreign exchange کمائیں گے۔ یہ بے جا تنقید فرما رہے ہیں ان کو تو appreciate کرنا چاہئے۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ تشریف رکھیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب چیئرمین! آپ اس بات کا اندازہ کریں یہ کہتے ہیں کہ foreign investment آ رہی ہے۔ یہ foreign investment نہیں آ رہی بلکہ یہ تو ایسٹ انڈیا کمپنی لا رہے ہیں۔ یہ تو ملک کو ملٹی نیشنل کمپنیز کو بیچنا چاہتے ہیں اور اس ملک کے لوگوں کو گروی رکھنا چاہتے ہیں بلکہ گروی رکھ رہے ہیں۔ یہ 120 کنال کے نوٹیفکیشن کی کاپی میرے پاس ہے۔ انھوں نے ہائی کورٹ میں بیان دیا کہ ہم اس رقبے کو notify کرنے سے پہلے اس کے ریٹ کے متعلق بات سنیں گے۔ ہائی کورٹ میں بیان دینے کے 48 گھنٹے بعد انھوں نے نوٹیفکیشن کر دیا۔ میٹرو کیش اینڈ کیری جرمن کی کمپنی کے لئے 120 کنال کا نوٹیفکیشن کیا ہے اور اس کے ساتھ ایک اور کمپنی نے 40 کنال کی جگہ 37 کروڑ روپے میں خریدی ہے لیکن یہ ان سے 120 کنال زمین صرف 18 کروڑ روپے میں لے رہے ہیں۔ جن کی وہ زمین ہے انھیں تو کچھ نہیں دے رہے۔ انھیں تو اصل قیمت بھی ادا نہیں کر رہے۔ اصل بات یہ ہے کہ ان حکمرانوں کے ان ملٹی نیشنل کمپنیوں کے ساتھ ذاتی مفادات ہیں۔ ان کی اپنی ذاتی ایکسپورٹ امپورٹ چل رہی ہے۔ اگر یہ زمین کے مالکان کو اصل قیمت دیں پھر تو ٹھیک ہے کہ foreign investment آ رہی ہے لیکن یہ تو یہاں کے لوگوں سے ہر چیز snatch کر کے foreign companies کو دے رہے ہیں۔ یہ نقشہ میرے پاس ہے یہ بابو صابو کا انٹرچینج ختم کر کے گلشن راوی کے درمیان سے گزار رہے ہیں۔ یہ کہہ رہے ہیں کہ انھوں نے نقشہ تبدیل نہیں کیا لیکن ہمارے پاس ثبوت ہے۔ یہ تو پورے لاہور شہر کے ساتھ فراڈ کر رہے ہیں۔

جناب چیئرمین: جی، تشریف رکھیں۔

رانا مشہود احمد خان: جناب چیئر مین! یہاں پر منسٹر صاحب نے بات کی ہے میں ان کا بڑا احترام کرتا ہوں لیکن میری ان سے گزارش ہے کہ کچھ خود بھی دیکھ لیا کریں۔ محکمہ جو انھیں put کرتا ہے وہی آکر اسمبلی میں ناں کہہ دیا کریں۔ وہ بات نہیں کرنا چاہتے تھے لیکن میں کر دیتا ہوں کہ رنگ روڈ کے اصل نقشے کی میاں شہباز شریف صاحب کے دور میں منظوری ہوئی تھی اصل نقشہ alignment recommended by Army authorities and LDA/TEPA اس وقت باقاعدہ یہ recommend ہو گیا تھا لیکن طرفہ تماشا یہ ہے کہ میں نے پوری دنیا کے اندر study کیا ہے 2000 سے زیادہ رنگ روڈ ہیں اور کوئی ایک رنگ روڈ بھی ایسی نہیں ہے جو کسی شہر کے اندر سے گزرتی ہو۔ رنگ روڈ ہمیشہ وہ ہوتی ہے جو شہر کے ارد گرد گزرتی ہے تاکہ ٹریفک کو کنٹرول کیا جا سکے۔ یہاں پر صرف کھانے کا ایک ذریعہ بنایا گیا ہے۔ اس پر اربوں روپیہ لگ رہا ہے انھوں نے گوادر کے بعد دوسرا بڑا پراجیکٹ رنگ روڈ کا پراجیکٹ بنا دیا ہے۔ جب یہ رنگ روڈ شروع کی گئی تھی اب اس مالیت سے کئی سو گنا زیادہ پیسا اس کے لئے مختص کر دیا گیا ہے۔ اس وقت حال یہ ہے کہ اس رنگ روڈ کو 18 فیزز میں تقسیم کیا گیا ہے اور ہر فیز کا خرچہ 5۔ ارب کے قریب قریب جا رہا ہے۔ ہاؤس کے اندر بات کی گئی کہ نقشہ بنا ہی پہلی دفعہ ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ اس ہاؤس کا استحقاق مجروح کیا گیا ہے۔ تاریخ اور ریکارڈ گواہ ہے اور ان کی اپنی حکومت کے پاس ریکارڈ موجود ہے کہ جب اس رنگ روڈ کا نقشہ بنا تھا اس میں پورے لاہور کو cover کیا جا رہا تھا۔ یہ رنگ روڈ پورے لاہور کے گرد تھی لیکن اب جو اس رنگ روڈ کا انٹر چینج گلشن راوی سے گزار رہے ہیں یہ 90 کے angle پر بن رہے ہیں۔ یہ تو ٹریفک کے حساب سے بھی feasible نہیں ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ جہاں سے گلشن راوی کا انٹر چینج دے رہے ہیں وہاں پر لاہور کی سیوریج کے بڑے ڈسپوزایبل یونٹس موجود ہیں اور ان کے لئے جاپان اور ورلڈ بنک نے funding کی ہوئی ہے۔ ان کے objections موجود ہیں کیونکہ ایک انٹر چینج کے لئے 600 فٹ جگہ چاہئے ہوتی ہے۔ اگر گلشن راوی کا انٹر چینج بناتے ہیں تو وہ ڈسپوزایبل یونٹ متاثر ہوتے ہیں اور اس کی کہیں دوسری جگہ نہیں ہے۔ حکومت تو ہم سے بات کرتی نہیں ہے ہم نے اخباروں اور ہر جگہ جا کر بات کی کہ آپ کے پاس alternate plans بھی موجود ہیں اور جو original plan ہے جس کے اندر پورا لاہور cover ہوتا ہے۔ اگر آپ گلشن راوی کا دیکھیں تو اس کے بعد بابو صابو آتا ہے۔ بابو صابو کا انٹر چینج اصل نقشے میں تھا لیکن گلشن راوی کا نہیں تھا۔ اس کے بعد وہ آگے ایڈن سوسائٹی، سپیریئر

کورٹس، محافظ ٹاؤن، ای ایم ای اور باقی سارے علاقے کو cover کرتا تھا لیکن جو نیا نقشہ ہے اس کے اندر انھوں نے اسے گلشن راوی سے اندر کیا ہے پھر سمن آباد، سمن آباد سے شمع انٹر چینج بنا رہے ہیں۔ آپ دیکھیں کہ فیروز پور روڈ پر پہلے ہی اتنی ٹریفک ہے اور یہ اسے کلمہ چوک اتار رہے ہیں۔ آپ میرے ساتھ ابھی چلیں میں آپ کو دکھاتا ہوں کہ وہاں پر اس وقت بھی آدھ آدھ، پون پون گھنٹہ ٹریفک بلاک رہتی ہے۔ ان کے اپنے پلاننگ ڈیپارٹمنٹ میں بٹھا کر بات کرائیں تو اس میں آپ کو یہ سارا کچھ نظر آئے گا کہ یہ تو ویسے بھی feasible نہیں ہے چونکہ گلشن راوی کی ڈبل روڈ کے نیچے سیوریج پائپ ہے۔ ان کی اپنی رپورٹ موجود ہے کہ اس کے اوپر support نہیں دی جا سکتی۔ یہ ایک انتہائی اہم مسئلہ ہے اور اس کے ساتھ لاکھوں لوگوں کا روزگار وابستہ ہے۔ اس روڈ پر لاکھوں لوگوں کے گھر ہیں۔ گلشن راوی لاہور کی واحد سکیم ہے جس کے اندر سب سے زیادہ سکولز ہیں۔ یہ تو سوسائٹی کے سارے fabric کو تباہ و برباد کر کے رکھ دے گا جبکہ ان کے پاس substitute موجود ہے۔ یہ اصل رنگ روڈ کے مطابق نہیں بنا رہے۔ اگر آپ رنگ روڈ کا مطلب بھی دیکھیں تو رنگ کا مطلب رنگ ہونا چاہئے ڈی نہیں ہونا چاہئے۔ انھوں نے تو آ کر نئے نئے کام شروع کر دیئے ہیں اور اصل نقشے کو پیچھے پھینک دیا ہے۔ چونکہ اس میں کھانے پینے کا مسئلہ ہے اس لئے یہ بار بار اس پر آ رہے ہیں۔ لہذا میری استدعا ہے کہ اسے باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی، راجہ صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب چیئرمین! میں یہ گزارش کرنا چاہتا تھا کہ جو تحریک التوائے کار ہے اگر اسے دیکھیں تو بالکل واضح طور پر ہے۔ رانا مشہود صاحب نے فرمایا ہے کہ نقشہ تبدیل کر دیا گیا ہے۔ چودھری صاحب categorically فرما رہے ہیں کہ نقشہ تبدیل نہیں کیا گیا۔ تو بات وہی ہو گی جو متعلقہ منسٹر کہہ رہے ہیں کہ نقشہ تبدیل نہیں کیا۔ اب انھوں نے ہاتھ میں ایک نقشہ اٹھایا ہوا ہے جو سابقہ حکومت کے وقت کا ہے۔ وہ اصل نقشہ اسے تصور کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ اصل نہیں ہے بلکہ اصل وہی ہے جس پر موجودہ حکومت نے اس پراجیکٹ کا آغاز کرنا ہے۔ اگر کسی سابق حکومت کے دور میں کوئی پلاننگ ہوئی ہو لیکن اس پر implementation نہ ہوئی ہو تو اس کو اصل نقشہ

consider نہیں کیا جائے گا۔اصل وہی ہو گا جو موجودہ حکومت نے بنایا ہے اور جس پر عملدرآمد شروع ہوا ہے اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ یہ confusion ختم ہونا چاہئے۔

جناب چیئرمین! میں دوسری یہ بات عرض کرنا چاہتا تھا کہ میرے بھائیوں کا لاہور سے تعلق ہے۔یہ مفروضوں پر بات نہ کریں۔اصولی طور پر طریق کار یہ ہے کہ یہ متعلقہ منسٹر کے ساتھ بیٹھ جائیں اور رنگ روڈ کے پورے منصوبے پر بریفنگ لیں اور اپنے تحفظات ان کو بتائیں پھر آگے چلیں۔چونکہ وہ خود admit کر رہے ہیں کہ ان کے پاس پوری معلومات نہیں ہیں۔انھوں نے ایک سابقہ نقشہ اٹھایا ہوا ہے اور کہہ رہے ہیں کہ یہی اصل نقشہ ہے۔وہ نقشہ نہیں ہے۔اصل نقشہ وہی ہو گا جو موجودہ حکومت بنائے گی اور جس پر implement کرے گی کیونکہ This is the prorogative of the government جس نے یہ کام شروع کرنا ہے اصل نقشہ توان کا ہونا ہے۔اب کسی نے کسی وقت پلاننگ کی تھی تو اسے اصل نقشہ بنالیں تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ تاثر قطعی طور پر درست نہ ہے۔اگر ان کے کوئی تحفظات ہیں تو متعلقہ منسٹر کے ساتھ بیٹھیں اس کی پوری بریفنگ لیں پھر اپنے تحفظات سامنے لائیں انشاء اللہ تعالیٰ حکومت ان تحفظات کو دور کرنے کی کوشش کرے گی۔شکریہ

جناب چیئرمین: شکریہ

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر! میں گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ میرے فاضل دوست رانا مشہود صاحب میرے پاس تشریف لے آئیں یا جہاں کہیں میں ان کو ملنے کے لئے تیار ہوں۔ان کی معلومات میں تھوڑی سی کمی ہے میں ساری بات ان کے سامنے کر دوں گا۔ہم اپنے اس شہر لاہور کو جو پنجاب کا دل ہے اور اس کے شہریوں کو کبھی بھی تکلیف نہیں دے سکتے۔ہم توان کی بہتری کے لئے کام کر رہے ہیں۔میں تمام سروسز کے بارے میں ان کو بریفنگ دوں گا اور انشاء اللہ تعالیٰ یہ بہترین پراجیکٹ بنے گا۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب چیئرمین! راجہ صاحب نے جو بات کی ہے کہ اصل نقشہ تو وہی ہو گا جو اس گورنمنٹ کا ہو گا۔بات یہ ہے کہ شہروں اور اس قسم کی شاہراؤں کی پلاننگ کسی base پر ہوتی ہے یعنی وہ government basis پر نہیں ہوتی۔اگر ایک پلاننگ ایک زمانے میں ہوئی ہے تو اس سے پہلے اس کی study ہوئی ہے اس کے بعد وہ پلاننگ فائنل ہو گئی ہے تو اس کے بعد اس پلاننگ کو تبدیل کرنے کے لئے بھی کوئی مواد چاہئے۔حکومت ایک پلاننگ کو صرف اس لئے تبدیل نہیں

کر سکتی کہ چونکہ یہ پلاننگ پچھلی حکومت کی تھی لہذا ہم نے اس پر عمل نہیں کرنا اور ہم نے بغیر سوچے سمجھے اس میں تبدیلی کرنی ہے۔ دوسری یہ بات ہے کہ یہ جو وزیر صاحب فرما رہے ہیں کہ آپ ہمارے پاس آ جائیں اور وہاں پر بیٹھ کر بات کریں۔ انہوں نے جو بتایا ہے کہ اس کے 18 phases ہیں۔ یہ جوان محلوں میں سے گزاریں گے اس کے بعد پھر لوگوں کے گھر آئیں گے، لوگوں کی دکانیں آئیں گی اور مارکیٹیں آئیں گی پھر اس کے بعد compensation کا سلسلہ شروع ہو گا اور یہ منصوبہ کوئی ایک کھرب کے لگ بھگ ہے یہ 100-ارب سے اوپر cost کرے گا تو کس کو cost کرے گا۔ اس صوبے کو cost کرے گا اس پورے ہاؤس کو cost کرے گا یہ صرف وزیر موصوف کا مسئلہ نہیں ہے اس لئے میں یہ کہتا ہوں کہ اس ہاؤس کو اس بات کا فیصلہ کرنا چاہئے کہ آیا یہ منصوبہ پورے صوبے کو اور اس کے جو سات کروڑ عوام ہیں انہوں نے اس رنگ روڈ کے اوپر گھومنا ہے۔ یہ اتنا کثیر سرمایہ جو کہ 100-ارب روپے کے قریب ہے اور یہ رنگ روڈ کے اوپر لگا رہے ہیں۔ پھر لوگ چاہتے نہیں ہیں اور یہ ان کے زبردستی مکانات لے کر، مارکیٹیں لے کر ان کو یہ compensation دیں گے۔ اس طرح اس میں اربوں روپے کا گھپلا ہو گا اس لئے میری یہ گزارش یہ ہے کہ یہ صرف وزیر مواصلات و تعمیرات کا معاملہ نہیں ہے اور یہ ان کے چیمبر میں بیٹھ کر حل کرنے والا معاملہ نہیں ہے بلکہ یہ اس ہاؤس سے متعلقہ ہے اور پورے پنجاب سے متعلقہ ہے اور اس پر جو فنڈز لگنے ہیں نہ انہوں نے اپنے گھر سے لانے ہیں اور نہ ہی چودھری صاحبان نے گھر سے لگانے ہیں بلکہ یہ اس صوبے کے لوگوں نے ٹیکس سے لگانے ہیں اور یہ پیسا ان کی جیب سے آنا ہے اس لئے اس مسئلے پر اس ایوان میں discussion ہونی چاہئے اور اس کے بعد اس پر فیصلہ ہونا چاہئے۔

جناب چیئرمین: ایسا ہے کہ وزیر موصوف کسی دن ٹیپا کو بھی بلالیں اور وہ اراکین اسمبلی کو بریفنگ دے دیں۔ (قطع کلامیاں)

(اس مرحلہ پر اپوزیشن کے کئی اراکین کھڑے ہو گئے)

جناب چیئرمین: آپ تشریف رکھیں پہلے میری بات سن لیں۔ یہ اپنے محکمے میں ایک دن بریفنگ رکھ لیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب والا! اس معاملے کو ہاؤس میں ہی زیر بحث لایا جائے۔

جناب چیئرمین: رانا صاحب آپ پہلے میری بات تو سن لیں۔ ان کا محکمہ بریفنگ دے اور جو ایم پی ایز اس بریفنگ میں جانا چاہیں جا سکتے ہیں۔اس میں ٹیپا بھی آ جائے اور ٹریفک والے بھی آ جائیں اور ماسٹر پلان کے بارے میں آپ کو بریف کر دیں گے اس لئے میں اب اس تحریک کو dispose of کرتا ہوں۔ چودھری صاحب! اس کے لئے آپ کوئی تاریخ دے دیں۔

معزز ممبران: صرف لاہور کے ایم پی ایز؟

جناب چیئرمین: نہیں، جتنے بھی ایم پی ایز جانا چاہیں اس بریفنگ میں جا سکتے ہیں۔ یہ آپ کو تاریخ بتا دیں گے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب والا! اس بریفنگ میں لاہور کے ممبران تو must ہیں اس کے علاوہ بھی۔۔۔

جناب چیئرمین: نہیں، یہ بریفنگ تمام ممبران کے لئے open ہو گی۔ جو ممبر بھی اس میں جانا چاہے جا سکتا ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب والا! یہ تاریخ اور وقت کا تعین کر دیں۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب والا! اجلاس کے بعد میں آنے والے دس دنوں کے اندر کی کوئی تاریخ دے دوں گا۔

معزز ممبران: تاریخ بتائیں۔

جناب چیئرمین: یہ تاریخ دے دیں گے۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب والا! میں محکمے سے بات کر کے ان کو تاریخ بھی دے دوں گا۔

راجہ ریاض احمد: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: تحریک التوائے کار کا وقت ختم ہوتا ہے۔ جی، راجہ ریاض احمد!

راجہ ریاض احمد: جناب والا! بہت بہت شکریہ۔ آج تقریباً پندرہ دن ہو گئے ہیں فیصل آباد کے وکلاء نے ہڑتال کی ہوئی ہے اور فیصل آباد میں ہائی کورٹ کے بنچ کے لئے احتجاجی کیمپ لگایا ہوا ہے۔ میری راجہ بشارت صاحب جو ہمارے وزیر قانون ہیں ان سے یہ گزارش ہے کہ مہربانی فرما کر ہمارے جو وہاں پر وکلاء ہیں یہ جا کر خود ان سے ملاقات کریں ان کے مطالبات بھی سنیں اور اس کے ساتھ

ساتھ ہم تمام ممبران جو فیصل آباد کے ہیں چاہے وہ حکومتی پارٹی سے تعلق رکھتے ہیں یا اپوزیشن سے تعلق رکھتے ہیں ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ ،ویسے حکومت کے ممبران نے ڈر کے مارے بات نہیں کرنی کیونکہ یہ [****] جناب چیئرمین۔۔۔۔

جناب چیئرمین: یہ کوئی بات نہیں۔ یہ الفاظ میں کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔ تشریف رکھیں۔

راجہ ریاض احمد: جناب والا! آپ بے شک ان الفاظ کو حذف کر دیں۔ چلیں لوٹے کہہ لیں۔

جناب چیئرمین: آپ تشریف رکھیں۔ یہ غیر پارلیمانی الفاظ ہیں۔

راجہ ریاض احمد: جناب والا! اس لئے ہم یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ فیصل آباد میں ہائی کورٹ کا بنچ تشکیل دیا جائے۔ میں فیصل آباد کے وکلاء کی حمایت کرتے ہوئے ایوان سے احتجاجاً واک آوٹ کرتا ہوں۔

(اس مرحلہ پر معزز رکن راجہ ریاض احمد ایوان سے واک آوٹ کر گئے)

غیر سرکاری ارکان کی کارروائی

جناب چیئرمین: اب غیر سرکاری ارکان کی کارروائی شروع کرتے ہیں۔ دی یونیورسٹی آف ایرڈ ایگریکلچر راولپنڈی (امینڈمنٹ) بل 2004 یہ بل چشتی صاحب کی request پر مؤخر کیا جاتا ہے اس کے بعد دوسرا بل

The Provincial Assembly of the Punjab Privileges (Amendment) Bill 2006 (Bill No.29 of 2006). Miss Misbah Kokab may move it.

مسودہ قانون (ترمیم) استحقاقات صوبائی اسمبلی پنجاب مصدرہ 2006

محترمہ مصباح کوکب (ایڈووکیٹ): شکریہ۔ جناب چیئرمین!

I move:

That leave be granted to introduce the Provincial Assembly of the Punjab Privileges (Amendment) Bill 2006.

---

* بحکم جناب چیئرمین الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

MR. CHAIRMEN: The motion moved is:

"That leave be granted to introduce the Provincial Assembly of the Punjab Privileges (Amendment) Bill 2006."

رانا ثناء اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: اب جو بات کرنی ہے بل کے بعد کر لیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب چیئرمین! یہ relevant بات ہے آپ کو پتا ہے کہ راجہ ریاض صاحب ہمارے معزز رکن ہیں۔

جناب چیئرمین: ان کو منا کر لے آئیں میں کسی کو بھیجتا ہوں۔ رانا قاسم صاحب! آپ راجہ صاحب کو منا کر لائیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب چیئرمین! ان کو منانے سے پہلے میری ایک گزارش سن لیں۔ راجہ ریاض صاحب نے جو مسئلہ فیصل آباد کے وکلاء کا اٹھایا ہے۔ یہ درست ہے کہ فیصل آباد کے جتنے بھی طبقات ہیں۔ وہاں پر عام لوگ ہیں سیاسی لوگ ہیں، سیاسی جماعتیں ہیں، تاجر حضرات ہیں وہ سب لوگ وکلاء کے اس مطالبے کی حمایت کر رہے ہیں کہ وہاں پر ہائی کورٹ کا بنچ بننا چاہئے۔ اس سلسلے میں، میں ایک بات آپ کے نوٹس میں لانا چاہتا ہوں کہ جب ریفرنڈم ہو رہا تھا تو جنرل مشرف صاحب وہاں اپنے ریفرنڈم میں ووٹ حاصل کرنے کے لئے campaign کر رہے تھے تو انہوں نے فیصل آباد میں آ کر باقاعدہ یہ وعدہ کیا تھا گورنر اور وزیر اعلیٰ بھی ان کے ساتھ تھے کہ میں یہاں پر ہائی کورٹ کا بنچ قائم کروں گا۔ یعنی جنرل مشرف کا فیصل آباد بار سے یہ وعدہ تھا کہ میں ریفرنڈم کے بعد وہاں پر ہائی کورٹ کا بنچ قائم کروں گا اور غالباً اس میٹنگ میں گورنر بھی تھے۔ راجہ صاحب کو چاہئے کہ وہ اس بارے میں کوئی یقین دہانی کروائیں یا اس سلسلے میں حکومت کا جو مؤقف ہے وہ بتائیں۔ اب آپ دیکھیں کہ فیصل آباد اتنا بڑا ڈویژن ہے اگر بہاولپور، ملتان، راولپنڈی میں ہو سکتا ہے تو فیصل آباد میں بھی ہو سکتا ہے نہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے اس لئے میں یہ گزارش کروں گا کہ آپ راجہ صاحب سے کہیں کہ وہ اس بات کا جواب بھی دیں اور ویسے بھی راجہ صاحب ہماری کمیونٹی سے ہیں وہ بھی وکیل ہیں اگر آج وہ وزیر ہیں لیکن واپس انہوں نے اپنے بھائیوں میں ہی جانا ہے، اپنے profession میں ہی جانا ہے۔

جناب چیئر مین: راجہ صاحب نے آپ کی بات سن لی ہے وہ حکومت کا مؤقف پوچھ کر ہی بتائیں گے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب والا! ان سے اتنا ہی پوچھ لیں اور راجہ صاحب وہاں پر جا کر وکلاء سے مل کر ان کے مطالبات سن لیں اور ہو سکتا ہے کہ ان کی یقین دہانی پر وہ یقین بھی کریں۔ اس سلسلے میں، میں سمجھتا ہوں کہ راجہ صاحب کو کوئی بات کرنی چاہئے۔

جناب چیئر مین: راجہ صاحب نے آپ کی بات سن لی ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب والا! راجہ صاحب بات کرنا چاہتے ہیں آپ ان کو فلور تو دیں۔

جناب چیئر مین: جی، شیخ اعجاز احمد!

شیخ اعجاز احمد: جناب والا! میں جناب کا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے فلور دیا۔ یہ جو مسئلہ اس وقت یہاں پر زیر بحث ہے۔ ہم تمام فیصل آباد کے ممبران جو یہاں پر بیٹھے ہوئے ہیں ان کا یہ انتہائی concerning matter ہے۔ فیصل آباد ڈویژن کی جو 60 فیصد litigation ہے وہ ہائی کورٹ میں فیصل آباد کے حوالے سے pending ہوتی ہے اس لئے ہم نے وہاں پر بھوک ہڑتالی کیمپ لگایا ہوا ہے فیصل آباد کے تمام مکتبہ ہائے فکر سے تعلق رکھنے والے لوگ خواہ وہ تاجر ہیں، خواہ وہ صنعت کار ہیں، خواہ ان کا تعلق امپورٹ ایکسپورٹ سے ہے وہ چاہتے ہیں کہ فیصل آباد میں بنچ تشکیل دیا جائے اس کے علاوہ جناب والا! فیصل آباد کی 60 لاکھ آبادی ہے۔

جناب چیئر مین: شیخ صاحب! آپ جو بات کر رہے ہیں یہ راجہ ریاض نے کی اور رانا ثناء اللہ نے کی، بات تو وہی ہے ناں۔

شیخ اعجاز احمد: جناب چیئر مین! میری گزارش سن لیں۔ میں wind up کر رہا ہوں۔

جناب چیئر مین: Thank you very much. آپ تشریف رکھیں۔

شیخ اعجاز احمد: جناب چیئر مین! چودھری ظہیر صاحب کا تعلق بھی فیصل آباد سے ہے۔

جناب چیئر مین: راجہ صاحب نے آپ کی بات سن لی ہے لہذا آپ تشریف رکھیں۔

(قطع کلامیاں)

جی، مصباح کوکب صاحبہ!

رانا مشہود احمد خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئر مین: .not allowed آپ تشریف رکھیں۔ محترمہ! آپ اپنی بات شروع کریں۔

محترمہ مصباح کوکب (ایڈووکیٹ): شکریہ۔ جناب چیئر مین!

I move

That leave be granted to introduce the Provincial Assembly of the Punjab Privileges (Amendment) Bill 2006.

جناب چیئر مین: move ہو چکی ہے آپ argue کریں۔

شیخ اعجاز احمد: جناب چیئر مین! فیصل آباد کے تمام وکلاء معزز ممبران بائیکاٹ کر رہے ہیں۔ ہمارا مطالبہ ہے کہ جب تک آپ فیصل آباد کے اندر ہائی کورٹ کا بنچ نہیں دیں گے اور جب تک یہ اجلاس چلتا رہے گا ہم روزانہ علامتی walk out پر باہر جائیں گے اور فیصل آباد سے تعلق رکھنے والے حکومتی ممبران کو بھی چاہئے کہ وہ بھی ہمارے ساتھ باہر نکلیں۔ چودھری شفیق صاحب بیٹھے ہوئے ہیں، چودھری ظہیر صاحب بیٹھے ہوئے ہیں وہ بھی ہمارے ساتھ باہر نکلیں۔ یہ انتہائی اہم ترین مسئلہ ہے لہذا ہم تمام ممبران بائیکاٹ کر رہے ہیں۔

(اس مرحلہ پر فیصل آباد سے تعلق رکھنے والے اپوزیشن اراکین ہاؤس کی کارروائی کا بائیکاٹ کر کے باہر چلے گئے)

وزیر قانون و پارلیمانی امور: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئر مین: جی، راجہ صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ معزز اراکین کو اس بات کا تھوڑا سا احساس ہونا چاہئے کہ ان کا فرض یہ بنتا تھا کہ ایک issue کو راجہ ریاض صاحب نے highlight کیا، اس کے بعد رانا ثناء اللہ صاحب نے بات کی اور جیسے آپ نے فرمایا کہ یہ بات گورنمنٹ کے نوٹس میں آ گئی ہے اب گورنمنٹ کے متعلقہ اداروں سے پوچھ کر ہی آگے کوئی جواب دیا جا سکتا ہے آپ نے بالکل درست فرمایا لیکن یہاں سے بائیکاٹ کرنا اور یہاں پر احتجاج کرنا اور اس ساری situation کو politicize کرنا میں سمجھتا ہوں کہ یہ اس معزز ایوان کی بات نہیں ہے۔ چونکہ یہ

فیصلہ ہائی کورٹ سے متعلقہ ہے میں اپنے فیصل آباد کے بھائیوں کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جس طرح رانا صاحب نے فرمایا کہ پہلے گورنمنٹ لیول پر یہ announcement بھی ہوئی تھی۔ اب naturally اگر ہمارے forum سے یہ announcement ہوئی ہے تو ہماری خواہش ہوگی کہ اس announcement کو عملی جامہ پہنایا جائے۔ ہمیں موقع دیں میں چیف منسٹر صاحب کے نوٹس میں لاؤں گا، چیف جسٹس صاحب کے نوٹس میں لائیں گے اور انشاء اللہ تعالیٰ we will try to resolve this matter, so میں سمجھتا ہوں کہ ان کا مقصد یہ تھا کہ اس معاملے کو highlight ہونا چاہئے، یہ highlight ہو گیا ہے۔ ان کے حلقوں میں پیچھے جو وکلاء صاحبان ہیں انہیں بھی پتا چل گیا ہے کہ ان کے نمائندگان نے اسمبلی میں آواز اٹھائی لہذا ان کا point registered ہو چکا ہے اس لئے باہر تشریف لے کر جانے والے فیصل آباد کے بھائیوں اور بہنوں سے میری یہ استدعا ہوگی کہ وہ واپس تشریف لے آئیں اور جس طرح رانا ثناء اللہ صاحب اور راجہ ریاض صاحب نے معاملہ رجسٹر کروایا ہے، It has been registered. اور انشاء اللہ تعالیٰ It will be perused. Thank you, sir.

جناب چیئرمین: رانا صاحب! ان کو جا کر لے آئیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب چیئرمین! ہمارے جن معزز ممبران نے فیصل آباد میں ہائی کورٹ کے بنچ کے معاملے پر protest کیا ہے اور راجہ صاحب نے جس طرح سے respond کیا ہے میں ان کا شکریہ بھی ادا کرتا ہوں اور یہ بات بالکل درست ہے کہ قانون اور آئین کے مطابق اس کی recommendation ہائی کورٹ کی طرف سے آنی ہے اور ہائی کورٹ کی recommendation پر گورنمنٹ نے بنچ form کرنا ہوتا ہے لہذا یہ بات درست ہے کہ ہم اس معاملے کو اس طرح سے stress نہیں کر سکتے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ جب گورنمنٹ کی طرف سے اس کی announcement ہوئی ہے، وہاں پر لوگوں کو اس بات کا اعتماد دیا گیا ہے کہ آپ کے اس مسئلے کو حل کیا جائے تو اس پر گورنمنٹ کی سطح پر pursuance کی ضرورت ہے وہ بعد میں نہیں ہوئی اور راجہ صاحب نے اس بات کی یقین دہانی کرائی ہے اور مجھے امید ہے کہ اب گورنمنٹ اس بارے میں اپنا کردار ادا کرے گی اور ہائی کورٹ کا بنچ فیصل آباد میں قائم ہو جائے گا اور میں اب سمجھتا ہوں کہ اب آپ کسی کو بھیجیں تاکہ ان دوستوں کو لے آئے۔

جناب چیئرمین: ڈاکٹر شفیق صاحب اور آپ دونوں جا کر ان دوستوں کو واپس ہاؤس میں لے آئیں۔

(اس مرحلہ پر ڈاکٹر شفیق صاحب اور رانا ثناء اللہ خان بائیکاٹ کر کے جانے والے معزز اراکین کو ہاؤس میں لانے کے لئے باہر تشریف لے گئے)

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب چیئرمین! میری استدعا یہ ہے کہ اب چونکہ ایک بل move ہو چکا تھا تو اب اس کارروائی کو مزید آگے چلنے دیں۔ (قطع کلامیاں)

رانا مشہود احمد خان: جناب سپیکر! میری ایک request ہے کہ ہمارے منسٹر صاحب بڑے محترم ہیں لیکن رنگ روڈ کے حوالے سے جو ایک ایکشن کمیٹی بنی ہوئی ہے دیکھیں، میری بات ایک منٹ میں ختم ہو رہی ہے۔ اس کے اندر ہمارے باقاعدہ مذاکرے ہوئے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ مذاکرہ نہیں ہوا۔ روزنامہ "جنگ" نے ایک مذاکرہ رکھا اس کے اندر رنگ روڈ کے تمام متاثرین آئے۔

(اس مرحلہ پر فیصل آباد سے تعلق رکھنے والے اپوزیشن اراکین بائیکاٹ ختم کر کے ایوان میں واپس تشریف لے آئے)

جناب چیئرمین: یہ مسئلہ اٹھانے کا اب فائدہ نہیں ہے۔ وہ دوبارہ جب رپورٹ پیش کریں گے تو اس میں آ جائے گی۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب چیئرمین! میری گزارش یہ ہے کہ محترمہ نے جو بل پیش کیا ہے میں نے اس کو oppose کیا ہے۔ اس میں اصل صورتحال یہ ہے کہ یہ معاملہ Privilege Committee میں پیش ہوا تھا۔ Privilege Committee نے already، جس کی خود محترمہ ممبر نے گورنمنٹ کو یہ recommendations دی تھیں کہ آپ اس معاملے پر قانون سازی کریں اور بل لے کر آئیں۔ گورنمنٹ نے جب کوئی بل لانا ہوتا ہے تو اس میں ہمیں prior approval of the cabinet چاہئے ہوتی ہے اور میں نے محترمہ سے یہ request کی ہے کہ چونکہ یہ آپ کی کمیٹی کا معاملہ تھا، آپ کی کمیٹی نے گورنمنٹ کو لکھا تھا تو being a member of that committee آپ خود پرائیویٹ ممبر کے طور پر بل پیش نہیں کر سکتیں اس لئے آپ گورنمنٹ کو مہلت دیں کہ Government with the approval of the cabinet اس معاملے کو لے کر آگے چلے۔ میں نے انہیں assurance دی ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ گورنمنٹ اس

سلسلے میں خود بل move کرے گی لہذا وہ اس پر insist نہ کریں۔

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے۔ میڈم!

محترمہ مصباح کوکب (ایڈووکیٹ): شکریہ۔ جناب چیئرمین! legislation کرنا گو کہ گورنمنٹ کا کام ہوتا ہے کیونکہ اکثریت بھی انہیں کی ہوتی ہے لیکن پارلیمانی سسٹم میں اگر کوئی ممبر legislation میں interest لیتے ہوئے کوئی بل move کرتا ہے تو اسے encourage کرنا چاہئے تاکہ باقی ممبرز بھی اس legislation میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔

جناب چیئرمین: میڈم! آپ Privileges Committee کی ممبر ہیں۔

محترمہ مصباح کوکب (ایڈووکیٹ): اگر انہیں discourage کیا جائے گا تو باقی ممبرز اس میں participate نہیں کریں گے، وہ گلیاں، سڑکیں بنانے تک ہی محدود رہیں گے لیکن ہمارے آنرایبل لاء منسٹر صاحب نے assurance دی ہے کہ وہ گورنمنٹ سائیڈ سے اس بل کو لے کر آئیں گے، میں پریس نہیں کرتی، میں اس کو withdraw کرتی ہوں۔

جناب چیئرمین: محترمہ کی قرارداد dispose of ہوتی ہے۔ جی، احسان اللہ وقاص!

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! گزشتہ چار سال کی اس اسمبلی کے دور میں صرف ایک پرائیویٹ ممبر بل پاس ہوا ہے۔ درخواست یہ ہے کہ اگر کوئی پرائیویٹ ممبرز اس طرز پر کچھ کام کرتے ہیں۔۔۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب چیئرمین! میں اپنے معزز دوست کی معلومات کو درست کرنے کے لئے یہ کہتا ہوں کہ یہ بات on record ہے کہ موجودہ اسمبلی نے record private member legislation کی ہے اور آج تک کسی بھی اسمبلی نے پرائیویٹ ممبر legislation کو encourage نہیں کیا جتنا موجودہ اسمبلی نے کیا ہے اور ایک نہیں ہوا، آپ ریکارڈ چیک کر لیں میں غلط نہیں کہتا، میں سمجھتا ہوں کہ update نہیں ہیں۔

قراردادیں

(جو ایوان میں پیش ہوئیں)

جناب چیئرمین: .Thank you, thank you تشریف رکھیں جی۔ اب ہم قراردادیں

شروع کرتے ہیں۔ زیر التواء قرارداد ارشد محمود بگو صاحب کی ہے۔

رکن اسمبلی کو جسٹس آف پیس مقرر کرنے کا نوٹیفکیشن جاری کرنا

جناب ارشد محمود بگو: میں یہ قرارداد پیش کرتا ہوں کہ:

اس ایوان کی رائے ہے کہ صوبائی اسمبلی کے تمام ممبران کو ضابطہ فوجداری 1898 کی دفعہ 22 کے تحت جسٹس آف پیس مقرر کرنے کا نوٹیفکیشن جاری کیا جائے۔

جناب چیئرمین: یہ قرارداد پیش کی گئی ہے کہ:

اس ایوان کی رائے ہے کہ صوبائی اسمبلی کے تمام ممبران کو ضابطہ فوجداری 1898 کی دفعہ 22 کے تحت جسٹس آف پیس مقرر کرنے کا نوٹیفکیشن جاری کیا جائے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: I oppose it جناب چیئرمین! میں اس میں گزارش یہ کرنا چاہتا ہوں کہ میں نے ارشد محمود بگو صاحب کی خدمت میں یہ گزارش کی ہے کہ یہ بالکل درست ہے کہ کافی عرصے سے یہ معاملہ پینڈنگ چلا آرہا ہے اور اس میں، میں نے ان سے اتفاق بھی کیا تھا کہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ جسٹس آف پیس مقرر ہوں۔ یہ ایک سابق روایت ہے اور یہ بات بالکل سو فیصد درست ہے کہ ایک وقت میں صوبائی اسمبلی کے ممبران جو ہیں ان کو جسٹس آف پیس مقرر کیا گیا تھا۔ جب انہوں نے پہلے یہ قرارداد پیش کی تھی تو میں نے اس پر انہیں یقین دلایا تھا کہ انشاء اللہ تعالیٰ گورنمنٹ کی طرف سے اس معاملے میں initiative لیا جائے گا اور ہم ڈیپارٹمنٹ میں اس کو examine کرنے کے بعد کوئی جواب دیں گے۔ اب اس میں صورتحال یہ ہے کہ relevant section جس کا محترم بگو صاحب نے ذکر فرمایا 2002 میں اس میں ترمیم آچکی ہے اور ترمیم کے نتیجے میں جسٹس آف پیس سیشن ججز اور ایڈیشنل سیشن ججز کو مقرر کر دیا گیا ہے اور باقاعدہ ان کے آگے سیکشن 26 میں جا کر ان کے اختیارات بھی تفویض کر دیئے گئے ہیں۔ اب اختیارات میں کیا آتا ہے کہ non registration of FIR کی صورت میں سیشن جج بطور جسٹس آف پیس یہ direction دے سکتا ہے کہ ایف آئی آر کا اندراج ہونا چاہئے۔ آگے چل کر یہ ہے کہ اگر کسی مقدمے کی تفتیش defective ہو رہی ہے اور اس سلسلے میں بھی سیشن جج دونوں پارٹیوں کو سننے

کے بعد change of investigation کے لئے بھی احکامات جاری کر سکتا ہے اور اسی طرح میرے پاس یہ فہرست ہے جو اس میں ترامیم کی گئی ہیں۔ میں نے ارشد بگو صاحب کی خدمت میں یہ گزارش کی ہے کہ اب اگر جسٹس آف پیس کے اختیارات صوبائی اسمبلی کے ممبر کو دے دیئے جائیں تو ان کے پاس کیا طریق کار ہوگا کہ وہ دونوں فریقین کو طلب کر کے پہلے دونوں کو سنے اور پھر عدالتی کارروائی کے بعد کوئی مناسب فیصلہ صادر فرمائے تو میں سمجھتا ہوں کہ ٹیکنیکلی ایک بہت بڑا مسئلہ ہے جو میں سمجھتا ہوں کہ نہ صرف انتظامیہ یا گورنمنٹ کے لئے ہوگا بلکہ متعلقہ ممبر کے لئے بھی ہوگا کہ وہ کس طرح اس بات کو باقاعدہ دونوں پارٹیوں کا مؤقف سننے کے بعد یہ فیصلہ کریں گے کہ فلاں مقدمے میں ایف آئی آر درج کر دی جائے اور فلاں میں تفتیش تبدیل کر دی جائے تو یہ سارے معاملات میں سمجھتا ہوں کہ ناممکنات میں سے ہیں اس لئے میں نے ان کی خدمت میں یہ عرض کی ہے کہ انہوں نے مجھے یہ فرمایا ہے کہ اس کے علاوہ ان اختیارات سے ہٹ کر کوئی صورت نکل سکتی ہے تو میں نہ صرف ارشد بگو صاحب بلکہ رانا ثناء اللہ صاحب، شفقت عباسی صاحب اور دوسرے دوست بھی ہم بیٹھ جاتے ہیں تو ایک راستہ نکال لیتے ہیں کہ ایم پی اے کو اس قسم کی شکایات سننے کا کس حد تک اختیار ہونا چاہئے۔ انہی کی طرف سے آ جائیں مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا لیکن میں سمجھتا ہوں کہ آپس میں consensus develop کر کے اگر کوئی بل لایا جائے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔

شیخ علاؤالدین: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی۔

شیخ علاؤالدین: شکریہ۔ جناب چیئرمین! بات یہ ہے کہ دونوں صاحبان ماشاء اللہ لیگل کمیونٹی سے ہیں لیکن میں ایک بات عرض کروں گا کہ یہ بالکل ممکن ہے اور ممکن اس طرح سے ہے کہ سیفٹی کمیشن کے تحت میں خود بطور چیئرمین تین سال تک کام کرتا رہا ہوں، ہم ڈی پی او بلایا کرتے تھے اور ڈی پی او ہر پندرہ دن بعد میٹنگ کیا کرتے تھے، ہم دونوں پارٹیوں کو بلاتے تھے اور اکثر اوقات یہ ہوتا تھا کہ جہاں ایف آئی آر درج نہیں ہوتی تھی ہم ایف آئی آر درج کراتے تھے اور جھوٹی ایف آئی آر کو ہم خارج کروا دیتے تھے اور ہم یہاں تک یہ بھی کرتے تھے کہ سیشن جج سے بات کرتے تھے کہ آپ کے فلاں جج نے غلط آرڈر پاس کیا ہے یا فلاں آدمی کو آپ کے سول جج نے غلط ریلیف دیا ہے۔ یہ بالکل ممکن ہے اور اگر اس میں تھوڑی بہت امنڈمنٹ بھی ہو تو یہ اختیارات ملنے چاہئیں تا کہ لوگوں

کو جلدی ریلیف مل سکے۔ اس میں کوئی ایسی مشکل بات نہیں ہے۔ لاء منسٹر صاحب اس طرح کر لیں۔

جناب چیئرمین: پہلے mover سے تو پوچھ لیں آپ نے تو اپنی رائے دے دی ہے۔ جی، بگو صاحب! اس کا کوئی مشترکہ حل نکل سکتا ہے؟

جناب ارشد محمود بگو: جناب چیئرمین! راجہ صاحب نے میرے اور رانا صاحب سے بات کی ہے۔ بات یہ ہے کہ 1986 میں ایم پی ایز کو بھی جسٹس آف پیس مقرر کیا گیا تھا اور جو جسٹس آف پیس کی CRPC میں ان کی سفارشات ہیں یا جو powers ہیں اس دور میں بھی ان کو دی گئی تھیں لیکن ٹھیک ہے میں نے راجہ صاحب سے کہا ہے کہ جو رجسٹریشن آف کیس کا مسئلہ ہے اس پر ہم بات کر لیتے ہیں باقی جس مقصد کے لئے میں نے اس کو move کیا ہے---

جناب چیئرمین: بگو صاحب! اب آپ اس کے لئے میٹنگ کریں گے یا کیا کریں گے؟ آپ اس کو پریس کرتے ہیں؟

جناب ارشد محمود بگو: ٹھیک ہے میں راجہ صاحب کی یقین دہانی پر اس کو پریس نہیں کرتا۔

جناب چیئرمین: پھر اس کو dispose of کر دیتے ہیں۔ اس کے بعد آپ کا جو حل ہو گا ہم ہاؤس میں لے آئیں گے۔

جناب ارشد محمود بگو: لیکن جناب چیئرمین! میری درخواست یہ ہے کہ اس کے لئے کوئی ٹائم مقرر کر لیا جائے۔

جناب چیئرمین: جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب چیئرمین! ٹائم کا جہاں تک تعلق ہے میں نے خود اراکین کے نام تجویز کئے ہیں، ٹریژری اور اپوزیشن سے بھی ممبران لے لیتے ہیں تو ہم آپس میں کسی دن بیٹھ کر کوئی حل نکال لیں گے۔

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے۔ بگو صاحب! اسے withdraw کر لیں۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب چیئرمین! میں اس کو پریس نہیں کرتا withdraw کر لیتا ہوں۔

جناب چیئرمین: یہ قرارداد mover نے withdraw کر لی ہے لہذا اسے dispose of کرتے ہیں۔ اگلی قرارداد رانا ثناء اللہ خان کی طرف سے ہے۔

صوبائی ملازمین کو وفاق کے زیرانتظام ہسپتالوں میں علاج معالجہ کی سہولت دینا

رانا ثناء اللہ خان: جناب چیئرمین! میں یہ قرارداد پیش کرتا ہوں کہ:

اس ایوان کی رائے ہے کہ وفاقی حکومت کے ملازمین کی طرح صوبائی حکومت پنجاب کے سرکاری ملازمین کو بھی وفاقی حکومت کے زیرانتظام ہسپتالوں (شیخ زید ہسپتال وغیرہ) میں سرکاری طور پر علاج معالجہ کی سہولت دی جائے اور اس مقصد کے لئے متعلقہ قواعد میں ضروری ترمیم کی جائے۔

جناب چیئرمین: یہ قرارداد پیش کی گئی کہ:

اس ایوان کی رائے ہے کہ وفاقی حکومت کے ملازمین کی طرح صوبائی حکومت پنجاب کے سرکاری ملازمین کو بھی وفاقی حکومت کے زیرانتظام ہسپتالوں (شیخ زید ہسپتال وغیرہ) میں سرکاری طور پر علاج معالجہ کی سہولت دی جائے اور اس مقصد کے لئے متعلقہ قواعد میں ضروری ترمیم کی جائے۔

MINISTER FOR HEALTH: I oppose it Sir.

جناب چیئرمین: جی، رانا صاحب!

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! مجھے اس بات کی وجہ نہیں سمجھ آ رہی کہ اگر وفاقی حکومت کے جو یہاں پر ملازمین ہیں اور انہیں اس بات کی سہولت حاصل ہے کہ وہ ایسے ہسپتالوں میں سے جو صوبائی انتظام میں آتے ہیں تو وہ وہاں سے اگر سہولت حاصل کر سکتے ہیں تو پھر یہی سہولت پنجاب حکومت کے ملازمین کو حاصل کیوں نہیں ہو سکتی؟ اس کی وجہ چودھری صاحب بیان کر دیں تو پھر اس کے بعد میں کچھ عرض کروں گا۔

جناب چیئرمین: جی، وزیر صحت!

وزیر صحت: جناب چیئرمین! میں رانا ثناء اللہ صاحب سے بڑی مؤدبانہ گزارش کروں گا کہ اصولی طور پر مجھے اس کو زیادہ oppose کرنے کی ضرورت نہیں تھی میں تو اس لئے oppose کر رہا ہوں کہ ہمارے پنجاب گورنمنٹ کے جتنے ہسپتال خاص طور پر لاہور میں یا باقی اضلاع میں موجود ہیں ان میں کون سی ایسی سہولت کی کمی رانا صاحب نے محسوس کی ہے جس کے لئے ہمارے پنجاب گورنمنٹ کے ملازمین کو شیخ زید ہسپتال میں جانے کی ضرورت محسوس ہو گی۔ میں ان سے صرف اتنی استدعا کرتا ہوں کہ ایسا ایریا جہاں پر ہمارے پنجاب گورنمنٹ کی domain میں ہسپتال آتے ہیں وہ بڑی تندہی سے کام کر رہے ہیں اور ساری سہولتیں وہاں پر میسر ہیں بلکہ بہت سارے ٹیچنگ ہسپتال لاہور میں اور باقی جگہوں پر بھی موجود ہیں۔ مجھے اس قرارداد کی سمجھ نہیں آئی کہ رانا صاحب اس میں کونسا ایسا علاج کروانا چاہتے ہیں جو شیخ زید کے علاوہ نہیں ہو سکتا۔ میں نے اس لئے بھی oppose کیا ہے کہ اس قرارداد سے تاثر جاتا ہے کہ شاید پنجاب گورنمنٹ کے ماتحت جو ہسپتال ہیں وہ اس قابل نہیں ہیں کہ وہ صحیح علاج نہیں کر سکتے۔ ان ہسپتالوں میں پنجاب گورنمنٹ کے ملازمین کو مفت علاج کی سہولت میسر ہے۔ میں رانا صاحب سے یہ استدعا کروں گا کہ یہ میرے ساتھ بیٹھ جائیں اور اگر کوئی ایسا ایریا ان کی نظر میں ہے اور ہمارے ہسپتال میں وہ سہولت نہیں ہے جو شیخ زید میں ہے تو مجھے اس سے کوئی اختلاف نہیں ہو گا میرے ساتھ بیٹھ کر یہ متفقہ قرارداد تیار کر لیں تو میں اس کو oppose نہیں کروں گا۔

جناب چیئرمین: جی، رانا صاحب!

رانا ثناء اللہ خان: جناب چیئرمین! چودھری صاحب نے جو فرمایا ہے یہ درست ہے اس کو آپ pending فرما دیں۔ ہم ان کے ساتھ بیٹھ جاتے ہیں کیونکہ کچھ ایریاز ایسے ہیں جس کے لئے شیخ زید ہسپتال میں علاج بہتر ہے۔

جناب چیئرمین: اس کو pending کرتے ہیں۔

جناب محمد وقاص: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی، وقاص صاحب!

جناب محمد وقاص: جناب چیئر مین! اسی سے متعلقہ میرا اپنا معاملہ ہے۔ میرا حلقہ واہ کینٹ ہے وہاں پر صوبائی گورنمنٹ کا کوئی ہسپتال نہیں ہے لیکن فیڈرل گورنمنٹ کے ہیں۔ مجھے یا میری فیملی کو کوئی مسئلہ ہوتا ہے تو میں نے سپیکر صاحب اور سیکرٹری اسمبلی سے بھی بات کی تھی تو انہوں نے کہا کہ آپ وہاں سے reimburse بھی نہیں کر سکتے آپ کو لازماً پنجاب گورنمنٹ کے ہسپتالوں ہی کی سہولت میسر ہے۔ یہ مسائل کہیں کہیں پیدا ہوتے ہیں اس کے لئے اگر کوئی راستہ نکل آئے تو بہتر ہے۔

جناب چیئر مین: اب یہ pending ہو گئی ہے آپ بھی بات کر لیجئے گا۔

جناب محمد وقاص: اگر اس کا منسٹر صاحب کوئی جواب دے دیں تو بہتر ہو گا۔

جناب چیئر مین: جی، وزیر صحت!

وزیر صحت: جناب سپیکر! انہوں نے جو بات کی ہے یہ بڑی reasonable ہے کہ وہاں پر حکومت پنجاب کا کوئی ہسپتال نہیں ہے اور وفاقی حکومت کا ہے۔ میں بیٹھ کر ان سے کوئی بات کر لوں گا اور ان کے لئے کوئی راستہ نکال لوں گا۔

جناب چیئر مین: اس کو pending کرتے ہیں۔ اگلی قرارداد جناب ارشد محمود بگو کی ہے۔

صوبہ میں جرائم اور امن وامان کی صورتحال کے پیش نظر ایم پی اے کی سفارش پر اسلحہ لائسنس کا اجراء

جناب ارشد محمود بگو: جناب چیئر مین! میں یہ قرارداد پیش کرتا ہوں کہ:

> "یہ ایوان حکومت سے اس امر کی سفارش کرتا ہے کہ صوبہ میں بڑھتی ہوئی جرائم کی وارداتوں اور امن وامان کی صورتحال کے پیش نظر، سابق روایت کے مطابق ایم پی اے کی سفارشات پر اسلحہ لائسنس جاری کرنے کا حکم جاری فرمائے۔"

جناب چیئر مین: بگو صاحب! میری ذاتی رائے ہے کہ آپ اس سے بچے ہی رہیں۔ یہ قرارداد پیش کی گئی ہے کہ:

"یہ ایوان حکومت سے اس امر کی سفارش کرتا ہے کہ صوبہ میں بڑھتی ہوئی جرائم کی وارداتوں اور امن وامان کی صورتحال کے پیش نظر، سابق روایت کے مطابق ایم پی اے کی سفارشات پر اسلحہ لائسنس جاری کرنے کا حکم جاری فرمائے۔"

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب چیئرمین! میں technically اسے oppose کرتا ہوں کیونکہ میں تھوڑی سی وضاحت کر دوں کہ یہ معاملہ آج سے چند دن پہلے ہماری پارلیمانی پارٹی کی میٹنگ میں بھی اٹھایا گیا تھا اور اگر میں غلط نہیں ہوں تو تقریباً principally وزیر اعلیٰ صاحب نے اس بات سے اتفاق کیا تھا۔ میں اس کو اس لحاظ سے oppose نہیں کرنا چاہ رہا تھا میں نے ارشد بگو صاحب کی خدمت میں گزارش کی ہے کہ یہ جو پابندی لگی تھی میرے پاس یہ لیٹر موجود ہے۔ یہ پابندی وفاقی حکومت کی طرف سے لگی تھی اور جب بین اٹھایا گیا وہ بھی وفاقی حکومت کی طرف سے اٹھایا گیا۔ وفاقی حکومت نے کچھ کیٹیگری اس میں ایسی دے دیں اور اجازت دے دی۔ اب میں نے بگو صاحب کو ایک amended resolution دیا ہے جس میں، میں نے یہ لکھا ہے کہ:

"یہ معزز ایوان اس امر کی سفارش کرتا ہے کہ حفاظتی مقاصد کے لئے اسلحہ کے لائسنس سابق روایات کے مطابق جاری کرنے کے لئے صوبائی حکومت وفاقی حکومت سے سفارش کرے۔ یہ ترمیمی قرارداد ان کو دی ہے صوبہ میں بڑھتی ہوئی جرائم کی وارداتوں اور امن وامان کی صورتحال کے پیش نظر، سابق روایت کے مطابق ایم پی اے کی سفارشات پر اسلحہ لائسنس جاری کرنے کا حکم جاری فرمائے۔"

اگر وہ ترمیمی قرارداد آجاتی ہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔

جناب چیئرمین: جی، بگو صاحب!

جناب ارشد محمود بگو: جناب چیئرمین! گزارش ہے کہ آپ نے تو بڑی جلدی اس کو oppose کر دیا تھا میری گزارش یہ ہے کہ راجہ صاحب نے جو کہا ہے اور میں technically اس کو دے دیتا ہوں۔ اس وقت صورتحال یہ ہے کہ حکومت کی یہ منطق ہماری سمجھ میں نہیں آئی کہ سنٹرل گورنمنٹ نے اسلحہ کے لائسنس پر بین کیوں لگایا۔ اس وقت صورتحال یہ ہے کہ پنجاب کے سارے کریمنل لوگوں کے پاس اسلحہ موجود ہے۔ اگر اسلحہ موجود نہیں ہے تو وہ صرف اور صرف شریف

لوگوں کے پاس اسلحہ نہیں ہے۔ سابق روایات رہی ہیں کہ ایم پی اے کی سفارش پر، ایم این اے صاحبان کی سفارش پر ان لوگوں کو جو اپنی ذاتی، اب گورنمنٹ نے یہ بین لگایا ہے کہ مسجدوں کے باہر لوگوں کو گن دے کر کھڑے کر دیں۔ جن مسجدوں کے باہر گن مین کھڑے نہیں ہوتے یا امام مسجدوں کے خلاف یا مسجد کمیٹی کے چیئرمین کے خلاف پرچہ درج کر دیتے ہیں۔ مسجد کمیٹی ہمارے پاس آتی ہے کہ ہمیں اسلحہ لائسنس لے دیں۔ اسلحہ لائسنس کس نے دینا ہے۔ حکومت نے پالیسی اتنی مشکل بنا دی ہے کہ پنجاب گورنمنٹ نے رجسٹرڈ فرموں کو ضلع وار ہمارے ڈسٹرکٹ سیالکوٹ کو غالباً 20 لائسنس مہینے کے دیتے ہیں۔ اسی طرح فیصل آباد کے 30/40 ہیں۔ سرحد میں کرائم کی شرح بہت کم ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ان لوگوں کے پاس اسلحہ ہے، کریمنل اس لئے ان کے سامنے نہیں جاتے کیونکہ ان کو پتا ہے کہ اگر میں نے اس کو پکڑا تو اس کے پاس بھی گن ہوگی یا اس کے پاس بھی اسلحہ ہوگا۔ یہاں روز بروز کرائم ریٹ بڑھ رہا ہے اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ شریف لوگوں کے پاس اپنی اپنی حفاظت کے لئے اسلحہ نہیں ہے کیونکہ اس میں technically فالٹ تھا میں ان سے اتفاق کرتا ہوں اور میں amended قرارداد دے دیتا ہوں۔ راجہ صاحب سے میں دوسری گزارش یہ کرنا چاہتا ہوں کیونکہ یہ ہوم ڈیپارٹمنٹ کو ڈیل کرتے ہیں کہ سیالکوٹ میں، میں نے اکثر چیک کیا ہے کہ لوگ ہمیں چٹیں پکڑا دیتے ہیں کہ ہمارا لائسنس بنوا دیں، دو سال ہو گئے ہیں ابھی تک ہمارا لائسنس نہیں بنا۔ آپ یقین کریں کہ میں نے خود یہاں پر پتا کیا کہ سیالکوٹ میں جو ایجنٹ ہیں وہ دو ہزار روپیہ ہوم ڈیپارٹمنٹ کے کسی افسر کو دیتے ہیں یا کسی کلرک کو دیتے ہیں اور وہ لائسنس بنا کر اس کے ہاتھ میں پکڑا دیتے ہیں۔ اس سلسلے میں بھی میں راجہ صاحب سے درخواست کروں گا کہ اس کی انکوائری ہولڈ کریں اور میں نشاندہی کرنے کے لئے تیار ہوں کہ جو وہاں پر ڈپٹی سیکرٹری یا جو لوگ وہاں پر ناجائز اور کریمنل لوگوں کو اسلحہ دو دو ہزار روپے لے کر دے رہے ہیں کم از کم ان کے خلاف کارروائی بھی ہونی چاہئے اور میں نے ایک اور تجویز بھی دی تھی کہ چھوٹا اسلحہ مثلاً 30 بور، 32 بور، 25 بور پر پابندی لگائی جائے۔ اب دیکھیں کہ ظل ہما کا جو قتل ہوا ہے اس شخص نے ریوالور جیب میں ڈالا ہوا تھا جب وہ قریب گیا اور اس نے نکال کر فائر کر دیا۔ میں نے اس ہاؤس میں راجہ صاحب سے درخواست کی تھی کہ بعض یورپی ملکوں میں چھوٹا اسلحہ prohibited bore ہے۔ وہ اسلحہ عام لوگوں کو نہیں دیا جاتا۔ جو بڑے بور ہیں ان کا لائسنس دیا جاتا ہے۔ اگر کسی کے پاس بڑی گن ہوگی، جب وہ پبلک میں آئے گا یا ڈاکا ڈالنے آئے گا تو definite وہ نظر بھی آ جائے گا لوگ اس کو پکڑ بھی

سکتے ہیں۔ زیادہ تر وارداتیں چھوٹے اسلحہ کی وجہ سے ہوتی ہیں میں نے 300 ایف آئی آرز examine کیں ان میں سے 80 فیصد جو ڈکیتیاں ہوئی تھیں وہ چھوٹے 30 بور سے ہوئیں تھیں۔ کوئی گاڑی کے نیچے رکھ لیتا ہے، جیب میں ڈال لیتا ہے، اپنی ڈب میں لگا لیتا ہے۔ میں راجہ صاحب سے یہ درخواست کروں گا کہ اس پر قانون سازی کریں کہ چھوٹے بور کو prohibited بور بنائیں اور اس پر سختی سے عمل کروائیں اسی کی سزا 14 سال کروائیں اور وہ دہشت گردی کی عدالت میں trial ہو۔ تاکہ چھوٹے اسلحے کو discourage کیا جاسکے تاکہ جو جرائم بڑھ رہے ہیں ان پر کنٹرول کیا جائے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب چیئرمین! بگو صاحب نے جن خیالات کا اظہار کیا ہے وہ consensus develop کرنے کی طرف اشارہ دے رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ فیڈرل گورنمنٹ کا ایک لیٹر ہے جس میں انہوں نے categorize کیا ہے کہ کن لوگوں کو اسلحہ کا لائسنس دیا جاسکتا ہے۔ اس کو دینے کے لئے کیا طریق کار ہے، ڈسٹرکٹس کے لئے کوٹا کیا ہے۔ اس میں انہوں نے سارا دیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ آج ہم جلدی میں نہ کریں۔ اس لیٹر کو بھی ہم باقاعدہ دیکھ لیتے ہیں، باقی تجاویز کو بھی دیکھ لیتے ہیں ہم آپس میں بیٹھ جاتے ہیں باقی چار پانچ ممبران بیٹھ کر اگلے پرائیویٹ ممبر ڈے پر ہم comprehensive قرارداد لے آتے ہیں۔ اس کو dispose of کر دیں اور اگلے پرائیویٹ ممبر ڈے پر نئی قرارداد لے آتے ہیں۔ اس سے پہلے ارشد بگو صاحب، ملک احمد خان صاحب، شیخ علاؤالدین صاحب، رانا ثناء اللہ خان صاحب اور میں بیٹھ کر ایک comprehensive قرارداد لے آتے ہیں۔ اس میں باقاعدہ بور بھی identify کر دیں گے اور زیادہ comprehensive قرارداد ہو گی۔

جناب چیئرمین: راجہ صاحب! اس میں prohibited بور یعنی کلاشنکوف وغیرہ جو ہے اس پر بھی عام سزا کر دی ہے اس کو پہلے والی کریں۔ کیونکہ ہر بندہ کلاشنکوف اٹھائے پھرتا ہے۔ اس کو بھی لازمی اس میں شامل کریں یہ بہت ضروری ہے۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب چیئرمین! میں اس کو withdraw کرتا ہوں۔

جناب چیئرمین: mover اس قرارداد کو withdraw کرنا چاہتا ہے کیا ہاؤس اجازت دیتا ہے؟

(قرارداد واپس لے لی گئی)

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: پوائنٹ آف آرڈر۔جناب چیئرمین!ہر چیز ایوان میں پیش کرنی ، آدھا گھنٹہ اس پر دلائل دینے۔ بعد میں راجہ صاحب کی بات مان کر ان کی بی ٹیم کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہر چیز کو withdraw کر کے ایوان کا وقت ضائع کرنا حکومت کی روایت ہے۔اس سے میرا قیمتی وقت ضائع ہو رہا ہے۔ میں اس سلسلے میں ایک بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب چیئرمین: مجھے یہ ختم کر لینے دیں پھر میں آپ کو ٹائم دوں گا۔آپ تشریف رکھیں۔اب ملک نذر فرید کھوکھر کی قرارداد ہے انہوں نے یہ قرارداد واپس لے لی ہے لہذا اسے dispose of کیا جاتا ہے۔اگلی قرارداد شیخ علاؤالدین صاحب کی ہے۔جی، شیخ صاحب!

رئیل اسٹیٹ بشمول مکانات، دکانات اور زرعی اراضی کو زکوٰۃ ٹیکس سے مستثنیٰ قرار دینا

شیخ علاؤالدین: شکریہ۔جناب چیئرمین!میری قرارداد ہے کہ:

"یہ ایوان وفاقی حکومت سے اس امر کی سفارش کرتا ہے کہ رئیل اسٹیٹ بشمول مکانات، دکانات اور زرعی اراضی کا کاروبار جو پہلے سے مشکلات اور زوال کا شکار ہے، پر زکوٰۃ ٹیکس لگانے کی تجویز پر عملدرآمد روک دیا جائے۔"

جناب چیئرمین: یہ قرارداد پیش کی گئی ہے کہ:

"یہ ایوان وفاقی حکومت سے اس امر کی سفارش کرتا ہے کہ رئیل اسٹیٹ بشمول مکانات، دکانات اور زرعی اراضی کا کاروبار جو پہلے سے مشکلات اور زوال کا شکار ہے، پر زکوٰۃ ٹیکس لگانے کی تجویز پر عملدرآمد روک دیا جائے۔"

جی، وزیر خزانہ!

MINISTER FOR FINANCE: I oppose it

جناب چیئرمین: جی، شیخ صاحب!

شیخ علاؤالدین: شکریہ ۔جناب چیئرمین!غریب طبقہ جو ایک طرف پہلے controversial taxes کے بوجھ تلے بیٹھا ہوا ہے بلکہ اس کا ایک نتیجہ یہ بھی نکلے گا کہ مکانات کی مزید قلت ہو جائے گی، زرعی زمینوں پر تو پہلے ہی ڈبل ٹیکسیشن ہو رہی ہے۔آپ جانتے ہیں اور آپ خود زمیندار بھی ہیں اور یہاں پر اور بھی لوگ بیٹھے ہیں جن میں سے کافی زمیندار ہیں کہ زرعی ٹیکس پہلے ہی لیا جا رہا

ہے۔ حیران کن امر یہ ہے کہ جائیدادوں کے کرائے پر پہلے ہی انکم ٹیکس کی مد میں بہت بڑا پیسا لیا جا رہا ہے جو کہ اربوں روپیہ بنتا ہے۔

(اذان ظہر)

ان جائیدادوں پر زکوٰۃ لگانے کا کوئی جواز نہیں رہ جاتا۔ اس کے علاوہ ان تمام جائیدادوں پر پراپرٹی ٹیکس بھی علیحدہ سے لیا جا رہا ہے۔ اب کہا تو یہ جا رہا ہے کہ غربت مٹاؤ پروگرام کے تحت حکومت کو سرمائے کی ضرورت ہے لیکن اصل معاملہ یہ ہے کہ ڈائریکٹ ٹیکسوں کی وصولی میں ناکامی کے بُرے اثرات عوام پر مرتب ہو رہے ہیں۔ میں پوچھتا ہوں کہ آئل اینڈ گیس سیکٹر، انڈسٹریل سیکٹر اور بینکنگ سیکٹر کے کھربوں روپے کا منافع کہاں جا رہا ہے؟ ان سیکٹرز پر اگر ڈائریکٹ صرف پانچ فیصد کی شرح سے direct unemployment tax لگایا جائے تو بے شمار سرمایہ اکٹھا کیا جا سکتا ہے اور یہ بھی اس صورت میں دیکھا جائے کہ اگر فلڈ ٹیکس لگ سکتا ہے، وار ٹیکس لگ سکتا ہے تو ملک میں un employment tax کیوں نہیں لگ سکتا؟ اس ٹیکس کو اس سیکٹر پر لگنا چاہئے جو پہلے ہی اربوں روپیہ لے رہا ہے۔ میں یہاں اس معزز ایوان کی توجہ صرف چھ چیزوں کی طرف دلانا چاہتا ہوں جس پر قوم فیڈرل ایکسائز ڈیوٹی میں کیا ادا کر رہی ہے۔ بیوریجیز کوکا کولاز، پیپسی کولاز 33-ارب، پٹرول، ڈیزل اینڈ پول 23-ارب جو کہ صرف ایکسائز ٹیکس ہے، سیمنٹ 22-ارب، سگریٹ 12-ارب، سوئی گیس 3-ارب اور ابھی ایک اور ہوشربا بات بتاتا ہوں کہ واپڈا نے اس قوم سے 40-ارب روپے اکٹھے کر کے حکومت کو دیئے ہیں جن کے اندر صرف 31-ارب روپیہ سیل ٹیکس ہے اور ہر آدمی سے -/25 روپے ٹی وی ٹیکس وصول کیا جا رہا ہے اور یہ سارا واپڈا as a collection authority کام کر رہا ہے تو میں یہ کہتا ہوں کہ جب اتنا ایکسائز ٹیکس میں لیا جا رہا ہے ایک اور بات کہ کاسمیٹک میں اربوں روپیہ فیڈرل ایکسائز ٹیکس لیا جا رہا ہے تو اب آپ مجھے بتائیں کہ across the board زکوٰۃ ٹیکس لگا کر حکومت کیا کرنا چاہتی ہے۔ سارے دوسرے ٹیکسز ختم کر دیں ہاں اڑھائی فیصد across the board لگالیں لہذا میری استدعا ہے کہ ہمیں آج بالکل پورے گروپ کو اور پورے ایوان کو یہ فیصلہ کرنا چاہئے کہ کسی صورت زکوٰۃ ٹیکس نہیں لگنا چاہئے۔ بہت شکریہ

جناب چیئرمین: جی، وزیر خزانہ!

وزیر خزانہ: جناب چیئر مین! اپنی بات کرنے سے پہلے میں معزز رکن کی قرارداد کا exact text پڑھوں گا"

یہ ایوان وفاقی حکومت سے اس امر کی سفارش کرتا ہے کہ رئیل اسٹیٹ بشمول مکانات، دکانات اور زرعی اراضی کا کاروبار جو پہلے سے مشکلات اور زوال کا شکار ہے، پر زکوٰۃ ٹیکس لگانے کی تجویز پر عملدرآمد روک دیا جائے۔"

جناب والا! میں آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ صوبائی حکومت اور وفاقی حکومت مختلف تجاویز پر گاہے بگاہے غور کرتی رہتی ہے۔ میں نے وفاقی حکومت سے بھی چیک کیا ہے اور صوبائی فنانس ڈیپارٹمنٹ سے بھی چیک کیا ہے کہ آیا اس قسم کے زکوٰۃ ٹیکس کا کوئی نوٹیفکیشن ہمارے پاس موجود ہے جو وفاقی حکومت نے لاگو کیا ہو تو میں اس میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ وفاقی حکومت اور صوبائی حکومت مختلف ٹیکسیشن proposals پر غور کرتی رہتی ہیں but it is not necessary کہ وہی ٹیکسیشن ضرور لاگو کی جائے۔ اگر معزز رکن کے پاس اس قسم کا کوئی نوٹیفکیشن ہے تو یہ مجھے اس کی کاپی دے دیں تو میں اس کی روشنی میں اپنی رائے دے سکتا ہوں ورنہ اس مبہم قرارداد کو میں oppose کرتا ہوں۔ بہت شکریہ

شیخ علاؤالدین: جناب چیئر مین! میں محترم وزیر موصوف سے ایک بات پوچھتا ہوں کہ میں نے جو تجویز دی ہے یا جو قرارداد move کی ہے اس میں یہ دیکھ لیں اور خود بھی پڑھ لیں اور اگر نوٹیفکیشن ہو گیا تو پھر تو کلہاڑا لگ گیا۔ ابھی تو انہوں نے بل کو وہاں پر move کرنا ہے اور یہی وہ stage ہے اور میں انہیں ایک اور بات عرض کر دوں کہ آپ نے اس دن میرے ساتھ بہت تعاون کیا تھا کہ ہم نے یہاں پر ایک قرارداد بڑی مشکل سے منظور کی تھی کہ چیکوں پر 0.1 فیصد ٹیکس وفاقی حکومت مت لگائے۔ انہوں نے مجھے کہا اور لیٹر لکھا گیا اور پھر وہ 0.1 سے 0.2 فیصد ہو گیا۔ اب ہمارے وزیر موصوف یہ چاہتے ہیں کہ نوٹیفکیشن ہو جائے تاکہ بیڑہ غرق ہو جائے۔ اس کے بعد ہمیں کس نے پوچھنا ہے۔ نوٹیفکیشن means imposition اسی وقت ٹیکس لاگو ہو جائے گا the moment notification is issued ان کو یہ تو بتا دیں کہ proposal اور notification میں کیا فرق ہے؟

جناب چیئر مین: جی، منسٹر صاحب!

وزیر خزانہ: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں محترم رکن کی اصلاح کر دوں کہ جو 0.1 فیصد ٹیکس چیک پر لگا ہے وہ قرارداد پنجاب اسمبلی نے منظور کر کے وفاقی حکومت کو بھیج دی تھی تو یہ بار بار اسمبلی کو embarrass کرانا چاہتے ہیں۔ ایک تجویز ہے اگر اس کا بل ہے تو اس کی یہ نقل دیں تاکہ اس کے خدوخال کا پتا چلے تو میں اپنی کوئی ہدایت دے سکوں۔ یہ فرما رہے ہیں کہ "پراپرٹی پر زکوٰۃ ٹیکس لگانے کی تجویز پر عملدرآمد روک دیا جائے۔" وہ کون سی تجویز ہے۔ میں تو اس تجویز کو سمجھنے سے قاصر ہوں۔ بہت شکریہ

شیخ علاؤالدین: جناب چیئرمین! میں یہ کہہ رہا ہوں کہ 0.1 فیصد تو تھا اور ہم نے قرارداد پاس کی کہ اس کو ختم کیا جائے اور ان کی مہربانی سے وہ 0.2 فیصد ہو گیا۔

جناب چیئرمین: ان کی مہربانی نہیں تھی۔

شیخ علاؤالدین: جناب چیئرمین! اب میری بات بھی سنیں ناں۔ میں embarrass نہیں کرنا چاہتا لیکن یہ حقائق کو توڑ مروڑیں۔ اب یہ بات کہہ رہے ہیں کہ وہاں کوئی بل under process نہیں ہے؟ وہ ان کا کام ہے وہاں سے بل کی کاپی جو کہ فائنل ہو رہی ہے تو یہ ایک منٹ میں نکال لیں۔ ہم نے تو ایک قرارداد move کرنی ہے۔ بات یہ ہے کہ اگر زکوٰۃ لگنی چاہئے تو بالکل لگا دیں اور اس کے اندر سے کلب ٹیکس اڑا دیں۔ کلب وہ کلب نہیں جو شام والا ہے بلکہ یہ ٹیکسیشن لاء کا لفظ ہے۔ جب دو آمدنیوں کو کلب کیا جائے تو اس پر یہ ٹیکس ہے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ وزیر موصوف اس کا فیڈرل حکومت سے پتا کر لیں۔ وہ تو وہاں پر under process ہے۔ اس میں کون سی بات ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے پارلیمانی امور: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی، فرمائیں!

پارلیمانی سیکرٹری برائے پارلیمانی امور: جناب چیئرمین! گزارش یہ ہے کہ شیخ صاحب کی جو یہ قرارداد ہے ایک تو اس ایوان نے صرف سفارش کرنی ہے اور This is the right time کہ یہ سفارش کر سکتے ہیں۔ اگر اس کو letter and spirit میں دیکھا جائے کہ ابھی سی بی آر میں deliberations ہو رہی ہیں and we have read that in the papers اور جو چیز سامنے آ رہی ہے اس میں یہ کسی شک و شبہ سے بالاتر نہیں ہے کہ یہ جو ٹیکس لگایا جا رہا ہے یہ across the board کیا جا رہا ہے اور اگر یہ ٹیکسیشن ہو گئی تو This will be the

unconstitutional taxation کیونکہ ایک تو یہ provincial ambit میں ہے یہ ٹیکسیشن کرنا۔ نمبر 1، فیڈرل گورنمنٹ اس میں encroachment کرے گی، صوبائی جو معاملات ہیں اس کے اندر مداخلت کرے گی اور فیڈرل گورنمنٹ یہ ٹیکسیشن کرتے ہوئے encroachment کرے گی۔ نمبر 2، زکوٰۃ ٹیکس کو across the board ان چیزوں کے اوپر بھی ٹیکسیشن کر دینا، اب زرعی رقبہ ہے تو زرعی رقبہ کی آمدن کے اوپر ٹیکس نہیں ہو گا کیونکہ پہلے ہی آپ ایک fix tax دے رہے ہیں، پراپرٹیز کے اوپر پہلے ہی آپ کی fix taxations ہیں۔ ان کی categories کی گئی ہیں جیسے پانچ مرلہ سکیم کی ہے۔ آپ اس چیز کی اہمیت کو مت بھولیں کہ یہاں پر یہی قرارداد اسی اسمبلی کے اندر احسان اللہ وقاص صاحب نے as a private member پیش کی جس کو گورنمنٹ نے adopt کیا، at the time of deliberation پیش کی گئی تھی، اس وقت گورنمنٹ بھی یہ سوچ رہی تھی کہ پانچ مرلہ کے مکان کو ٹیکس سے مستثنیٰ قرار دیا جائے تو اس وقت حکومت کے پاس جب وہ قرارداد گئی تو اس کا کچھ effect تھا، آج اگر اس سلسلے کے اندر یہ جو deliberations ہو رہی ہیں کہ 2 فیصد ٹیکس کو نافذ کر دیا جائے تو میں سمجھتا کہ اسمبلی سیکرٹریٹ کی طرف سے اس کو summarize ٹھیک نہیں کیا گیا جو کہ شیخ صاحب کی قرارداد ہے۔ ان کا مؤقف یہ ہے، ان کا بنیادی طور پر کہنا یہ ہے کہ ڈبل ٹیکسیشن کے، جو انھوں نے ایک کلب ٹیکسیشن کا لفظ استعمال کیا، Double taxation is un-constitutional وہ آئین کے ان آرٹیکلز سے متصادم ہو گی اور دوسری میری گزارش یہ ہے کہ پراپرٹی ٹیکس کے متعلق کسی قسم کی ٹیکسیشن چاہے وہ زکوٰۃ کی مد میں، چاہے اس کو direct property tax کی صورت میں لے کر لایا جائے وہ فیڈرل گورنمنٹ کی طرف سے صوبائی معاملات کے اوپر encroachment ہو گی۔ میری اس ضمن میں یہ گزارش ہے کہ جب آپ کی ایک provincial autonomy، آپ کے جو صوبائی معاملات ہیں ان کے اندر وفاقی حکومت direct مداخلت کر رہی ہو اور آپ کی اسمبلی ایک ایسی قرارداد کی سفارش بھی پیش نہ کر سکے جو کہ شیخ صاحب نے بڑی rightly دی ہے، دوسری ڈبل ٹیکسیشن کے زمرے میں آتی ہو، دکانوں کے اوپر پہلے سے ٹیکس موجود ہے، آپ کی زرعی پراپرٹی کے اوپر پہلے سے ٹیکس موجود ہے، آپ کے پلازوں اور آپ کے جتنے بھی ویلتھ ٹیکسز کو abolish کیا تھا تو اس وقت کوئی across the board tax نہیں ہوتا تھا اس وقت بھی اس کو evaluate کر کے ٹیکس لگایا جاتا تھا تو اس ضمن میں، میں یہ سفارش کروں گا کہ جس طرح منسٹر

صاحب نے اس کو read کیا ہے، یہ ایوان قطعی طور پر کوئی ایسا کام نہیں کر سکتا کہ کسی نوٹیفکیشن کو un-notify کرا دے But that was the time of deliberations. We can make a recommendation اور ایک سفارش ہم وہاں کی حکومت سے کر سکتے ہیں کہ اس ایوان کا یہ نقطہ نظر ہے کہ ڈبل ٹیکسیشن مت کی جائے۔ بہت شکریہ

جناب چیئر مین: جی، ڈاکٹر جاوید صاحب!

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: جناب چیئر مین! جو قرارداد انھوں نے پیش کی ہے یقیناً وہ مفاد عامہ میں ہے اس سے عوام کو یقیناً فائدہ ہو گا، میں تو سمجھتا ہوں کہ اس ہاؤس کو اسے منظور کر کے وفاقی حکومت سے سفارش کی جائے لیکن میں یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ پہلے جیسے انھوں نے فرمایا ہے کہ اس ایوان کے اندر 0.1 فیصد کے متعلق ایک قرارداد پاس ہوئی ہے اور یہاں سے وفاقی حکومت کو ہم نے refer کیا ہے وہاں انھوں نے پنجاب اسمبلی کی اس قرارداد کو consider کرنے کی بجائے غصے میں آ کر 0.1 فیصد کی بجائے 0.2 فیصد کر دیا ہے۔ اسی طرح ایک قرارداد آج سے پونے چار سال پہلے یہاں سے unanimously پاس کر کے بھیجی گئی کہ جو ایم پی ایز ہیں ان کو blue passport جاری کئے جائیں وہ انھوں نے ہمیں لفٹ ہی نہیں کرائی اور reject کر کے رکھ دیا، مطلب یہ ہے کہ پنجاب کی ہاؤس سے متفقہ طور پر مفاد عامہ کی قراردادیں منظور ہو کر جانے والی وفاقی حکومت ان کو کیوں ہمدردانہ consider نہیں کرتی اور اس طرح تو یہ ایوان کا استحقاق مجروح ہوتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس پر بھی کم از کم غور کرنا چاہئے۔ یہ نہیں کہ صرف قرارداد بھیج دی جائے بلکہ اس پر کم از کم اگر عملدرآمد نہیں ہوا تو اس کا بھی کچھ نہ کچھ ہونا چاہئے۔

جناب چیئر مین: تشریف رکھیں۔ پلیز!

پارلیمانی سیکرٹری برائے پارلیمانی امور: جناب چیئر مین! یہ ایک serious معاملہ ہے۔ ڈاکٹر صاحب کو تاکید کی جائے کہ ہر چیز پر سر مت مارا کریں۔ اس چیز کو kindly آپ لے جائیں۔

جناب چیئر مین: جی، میں اب ہاؤس کے آگے put کرتا ہوں۔ تشریف رکھیں۔

وزیر خزانہ: جناب چیئر مین! سب سے پہلے تو میں ملک احمد خان صاحب کی تصحیح کرنا چاہوں گا، انھوں نے فرمایا ہے کہ جب کوئی نوٹیفکیشن ہو جائے تو پھر اس کو حکومت de-notify نہیں کر سکتی اور اس میں انھوں نے سید احسان اللہ وقاص صاحب کے پانچ مرلے پر پراپرٹی ٹیکس کے

waiver کے لئے مثال دی ہے۔ میں یہاں پر بالکل واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ وہ ٹیکس لگ چکا تھا جس کو حکومت نے withdraw کیا۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے پارلیمانی امور: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب چیئرمین! منسٹر کھڑے ہیں۔ یہ میرا اعتراض نہیں ہے۔ میں نے کہا ہے کہ جب وفاقی حکومت کوئی چیز notify کر دے تو آپ جو قرارداد کے ذریعے وفاقی حکومت کو دے رہے ہیں اس کے ذریعے آپ de-notify نہیں کر سکتے، صوبائی گورنمنٹ کے تو ambit میں ہے، اس سے تو ہمیں اتفاق ہے۔ صوبائی حکومت کا معاملہ نہیں، میں وفاقی حکومت کی بات کر رہا ہوں۔

وزیر خزانہ: جناب والا! میری دوسری submission یہ ہے کہ جس طرح معزز اراکین نے فرمایا ہے، سنٹرل بورڈ آف ریونیو اور وفاقی وزارت Religious Affairs, زکوٰۃ اور عشر کو لکھ کر ان سے اس معاملے کے متعلق مزید حقائق معلوم کر سکتے ہیں کہ آیا اس قسم کی کوئی ٹیکسیشن ان کے زیر بحث ہے یا نہیں۔

جناب چیئرمین: اس کو پھر pending کر لیتے ہیں۔

معزز ممبران: اس کو pending کر لیں۔

وزیر خوراک: جی، ٹھیک ہے۔ اس کو pending کر دیا جائے۔

جناب چیئرمین: اس کو اگلے منگل تک pending کیا جاتا ہے۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب چیئرمین! میری ایک گزارش ہے کہ یہ ہاؤس جو پاکستان کی تمام صوبائی اسمبلیوں میں سے سب سے اہم ترین ہاؤس ہے، اگر ہم یہ بھی ایک متفقہ قرارداد لائیں کیونکہ کل کے اخبارات میں ایک وفاقی وزیر کی طرف سے یہ بیان دیا گیا تھا کہ الیکشن کو ملتوی کر دیا جائے، میرا خیال یہ ہے کہ ہماری طرف سے یہ متفقہ قرارداد آنی چاہئے کہ الیکشن شفاف اور بروقت ہونے چاہئیں، الیکشن کو ملتوی کرنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔ الیکشن کو بروقت کرانا چاہئے۔

جناب چیئرمین: آپ تشریف رکھیں۔ (قطع کلامیاں)

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب والا! میں ایک گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ چلیں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آج احسان اللہ وقاص صاحب کو یہ احساس ہو گیا ہے کہ اسمبلیوں کو مدت پوری کرنی چاہئے اور قبل از وقت الیکشن سے یہ راہ فرار اختیار کر گئے۔ بہت بہت شکریہ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب چیئرمین: جناب تنویر اشرف کائرہ صاحب!۔۔۔ موجود نہیں ہیں لہذا dispose of کرتے ہیں۔ جی، بی بی صغیرہ!

محترمہ صغیرہ اسلام: جناب چیئرمین! بہت بہت شکریہ۔ ہمارے یہاں پر انتہائی قابل احترام منسٹر صاحب بیٹھے ہوئے ہیں جن کا تعلق نارووال سے بھی ہے۔ میں ان کی خدمت میں یہ عرض کروں گی کہ حضرت پیر سید جماعت علی شاہ لاثانی صاحب کا مزار جو نارووال میں ہے وہاں پر پانی کا مکمل طور پر کوئی انتظام نہیں ہے۔ میں نے تین سال پہلے بھی منسٹر صاحب کو درخواست دی تھی کہ وہاں پر ٹیوب ویل لگایا جائے لیکن منسٹر صاحب نے اس پر غور نہیں کیا۔ وہاں سے اوقاف کو لاکھوں روپے آمدنی ہوتی ہے۔ وہاں پر ہر سال عرس پر پورے پاکستان سے لوگ آتے ہیں لیکن وہاں پر واش رومز کا مکمل طور پر کوئی انتظام نہیں ہے اور اگر ہے تو نہ ہونے کے برابر ہے۔ منسٹر صاحب جن کا تعلق اس ضلع سے بھی ہے اور پیر سید جماعت علی شاہ لاثانی سرکار صاحب سے بھی ہے، میں یہ درخواست کروں گی کہ سب سے پہلے ایک تو وہاں پر ٹیوب ویل لگایا جائے اور دوسرا وہاں پر واش رومز کی تعداد اتنی زیادہ بڑھائی جائے تاکہ جو لوگ وہاں پر لاکھوں کی تعداد میں آتے ہیں ان کو کسی قسم کی کوئی پریشانی نہ ہو۔ وہاں سے محکمہ اوقاف کو پیسا بھی ملتا ہے۔ اس مزار کی حالت بہتر کی جائے۔

جناب چیئرمین: وزیر صاحب ہیں؟

محترمہ صغیرہ اسلام: جی، بالکل بیٹھے ہوئے ہیں۔ اسی لئے تو میں نے بات کی ہے۔

جناب چیئرمین: جی، وزیر اوقاف صاحب!

وزیر اوقاف: یہ میرے چیمبر میں آجائیں، انشاء اللہ وہ سارے معاملات دیکھ لیتے ہیں۔

جناب چیئرمین: ہو جائے گا۔ وزیر صاحب نے یقین دہانی کرائی ہے کہ ہو جائے گا۔ جی، وقاص صاحب!

سید احسان اللہ وقاص: جناب چیئرمین! آج ہماری بڑی خوش قسمتی ہے کہ ہمارے ملک احمد خان صاحب جنہیں پرائیویٹ سکولوں کی کمیٹی کا چیئرمین بنایا گیا تھا وہ یہاں پر موجود ہیں۔ اس کمیٹی نے شروع میں بڑے دھوم دھڑکے سے دو تین اجلاس کئے اس کے بعد نہ چیئرمین صاحب کا کوئی پتا چلا، نہ کمیٹی کا پتا چلا۔ میں درخواست کرتا ہوں کہ آج آپ دوبارہ وہ کمیٹی بنائیں جو اس ہاؤس کو پرائیویٹ سکولوں کے بارے میں اپنی تجاویز اسمبلی میں پیش کرے۔

جناب چیئرمین: اس کے چیئرمین کون ہیں؟

سید احسان اللہ وقاص: ملک احمد خان صاحب اس کے چیئرمین ہیں۔ وہ آج یہاں تشریف رکھتے ہیں۔

جناب چیئرمین: اس کمیٹی کو extend کرتے ہیں۔ وہ دوبارہ میٹنگ کریں اور رپورٹ پیش کریں۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب چیئرمین! وہ اپنی رپورٹ کمیٹی کی اس اسمبلی میں پیش کریں۔ یہ رولنگ دیں اور مہربانی فرمائیں۔

جناب چیئرمین: رپورٹ اسمبلی میں آئے گی۔

محترمہ صغیرہ اسلام: جناب چیئرمین! وہ یہ کام کیسے کروائیں گے؟

جناب چیئرمین: وہ کہتے ہیں کہ کر دیں گے۔

محترمہ صغیرہ اسلام: جناب چیئرمین! تین سال پہلے میں نے درخواست دی تھی اس وقت سے اب تک تو انھوں نے کیا نہیں۔

جناب چیئرمین: وزیر صاحب نے یقین دہانی کرائی ہے کہ کام ہو جائے گا۔ آج کے اجلاس کا ایجنڈا مکمل ہو گیا ہے۔

اب اجلاس بروز بدھ مورخہ 7- مارچ 2007 صبح 10.00 بجے تک کے لئے ملتوی کیا جاتا ہے۔